دکن میں مہدوی بزرگوں کی آمد

ایک تاریخی جائزہ

مولف

حضرت سید عبدالکریم اسحاقی رحؒ

شائع کردہ

مجلسِ دفاعِ حق

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	دکن میں مہدوی بزرگوں کی آمد
مولف	:	حضرت سید عبدالکریم اسحاقی صاحبؒ
باراول	:	۱۴/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ - ۱۹/ اپریل ۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت	:	۵۰۰ (پانچ سو)
ناشر	:	مجلسِ دفاعِ حق
کمپیوٹر کتابت	:	SSUH
قیمت	:	-/250 روپئے بیرونِ ہند -/15 ڈالر

ملنے کا پتہ

۱۔ مجلسِ دفاعِ حق۔ مسجد حضرت سید محمدؒ (کورٹ صاحب) چنچلگوڑہ حیدرآباد۔

۲۔ فقیر سید عبدالوہاب اسحاقی مکان نمبر 122-1-3 کاچیگوڑہ حیدرآباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

سلسلہ	تذکرہ	صفحہ نمبر
۱	حضرت بندگی میاں شاہِ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵
۲	حضرت بندگی میاں شاہِ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸
۳	حضرت بندگی میاں امین محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱
۴	حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادۂ لاہوت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳
۵	حضرت بندگی میاں ابوالفتح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴
۶	حضرت بندگی میاں شاہِ یعقوب حسنِ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶
۷	حضرت بندگی میاں سید شریف المعروف تشریفِ حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷
۸	حضرت بندگی میاں سید حسینؓ	۳۳
۹	حضرت بندگی میاں سید اشرفؓ	۳۶
۱۰	حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؓ	۴۰
۱۱	حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتمِ کارؓ	۴۵
۱۲	حضرت بندگی میاں سید سعد اللہ غازیؓ	۵۶
۱۳	حضرت بندگی میاں سید عبد الکریم نوریؓ	۶۲
۱۴	حضرت بندگی میاں داؤدؓ	۶۴
۱۵	حضرت بندگی میاں سید راجِ محمدؓ	۶۵

۱۶	حضرت بندگی میاں شاہِ قاسم مجتہد گروہؒ	۶۸
۱۷	حضرت بندگی میاں شاہِ نصرتؒ	۷۷
۱۸	حضرت بندگی میاں شاہِ ابراہیمؒ	۸۶
۱۹	حضرت بندگی میاں سید مرتضیٰؒ	۹۸
۲۰	حضرت بندگی میاں شاہ محمدؒ	۱۰۲
۲۱	حضرت بندگی میاں سید عیسیٰؒ	۱۰۷
۲۲	حضرت بندگی میاں سید محمودؒ	۱۰۹
۲۳	حضرت بندگی میاں سید خدا بخشؒ	۱۱۲
۲۴	حضرت بندگی میاں سید یٰسینؒ	۱۱۳
۲۵	حضرت میاں سید سعد اللہؒ	۱۱۷

☆☆☆

عرضِ ناشر

الحمدللہ رب العالمین :۔ساری تعریفیں اورشکر اُس پروردگار کے لئے سزاوار ہے جس کی بے شمار نعمتوں کا کوئی حساب نہیں۔ درود وسلام اُن دوعظیم ہستیوں پر جنکی اتباع بنی نوع انسان کیلئے نجات کا ذریعہ ہے۔

بزرگانِ دین کے واقعات کا ذکر کرنا ان سے محبت اور عقیدت رکھنا اوران کی اتباع کرنا ہمارے لئے خدا کی معرفت وقربت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

حضرت سید عبدالکریم اسحاقی صاحبؒ نے اس بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنی حینِ حیات میں ایک قسط وار مضمون کا سلسلہ بعنوان ''دکن میں مہدوی بزرگوں کی آمد'' قومی رسالہ 'نورِحیات' میں شروع کیا تھا۔جس میں آپ نے بزرگانِ دین کی حالاتِ زندگی پر تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کی۔ ہم اُن مضامین کوایک کتابی شکل میں شائع کررہے ہیں۔

اس کارِخیر میں جن حضرات نے اپنا تعاون پیش کیا ہے اسکے لئے ادارہ بے حد ممنون وشکرگزار ہے۔ آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہمارے اس عمل کو قبول فرمائے اورلوگوں کواس سے استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

والسلام

ادارہ

مجلسِ دفاعِ حق

تقریظ

مجھے بے حد خوشی ہے کہ حضرت مولوی سید عبدالکریم اسحاقی صاحبؒ کی تالیف ''دکن میں مہدوی بزرگوں کی آمد ایک تاریخی جائزہ'' پر تقریظ لکھنے کی خواہش کی گئی ہے۔ حضرت سید عبدالکریم اسحاقی صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات رہے ہیں وہ مجھ پر ہمیشہ شفقت فرمایا کرتے، جب بھی ملاقات ہوتی دیر تک گفتگو رہتی۔

حضرت سید عبدالکریم اسحاقی صاحبؒ کی ولادت ۳۱ ڈسمبر ۱۹۰۵ء میں ہوئی اور ۱۹۳۰ء میں انہوں نے گریجویشن کیا اس زمانہ میں گریجویشن تک تعلیم حاصل کرنا بہت بڑی بات تھی۔ شروع میں ریونیو ڈپارٹمنٹ میں کام کیا مختلف عہدوں پر فائز رہے اور پوری ایمانداری سے اپنے فرائض پورے کرتے رہے۔ ترکِ دنیا کرنے کے بعد عزلت میں زندگی گزاردی اور ۱۹۹۳ء میں اس دارِ دنیا سے کوچ فرمایا۔

دینی شغف بچپن ہی سے رہا کیونکہ ایک مشائخ خاندان میں پیدا ہوئے تھے، ان کے والدِ محترم حضرت سید عبدالحی شاہ صاحب میاں صاحبؒ کاچیگوڑہ میں اپنا دائرہ رکھتے تھے۔ بزرگانِ دین کی عظمت، محبت اور عقیدت میں حضرت سید عبدالکریم اسحاقی صاحب کا مقام بہت بلند ہے انکو یہ دینی تشویق انکے والدِ بزرگوار سے ملی تھی جو ہر بہرہ عام میں تقسیمِ نان ریزہ کے بعد صاحبِ بہرہ عام کے بارے میں کچھ معلومات لوگوں کو دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت قبلہ ہی کے

شوق دلانے پر بھائی اسحاقی صاحب نے اپنا تبادلہ نظام آباد کروالیا تا کہ مدک پلی اور منچپہ کی دو عظیم ہستیوں کی زیارت سے مستفید ہوتے رہیں اور فیضِ ولایت حاصل کریں۔ اسی طرح ایک مرتبہ امتحان گاہ کو جاتے وقت حضرت سید عبدالحی صاحبؒ قبلہ نے فرمایا تھا کہ ''کریم شاہ میاں'' میاں سید یٰسین رحمۃ اللہ علیہ کی قدمبوسی کرتے ہوئے جاؤ چنانچہ انکا معمول ہوگیا جب کبھی کسی امتحان کو جاتے تو حضرت سید یٰسینؒ کی قدمبوسی کرکے جاتے اسی طرح انہوں نے حضرت سید عالمؒ مولفِ تذکرۃ الصالحین کے سائے تلے بیڑ میں بھی کام کیا وہاں سید عالمؒ کے حظیرے کے تحفظ کے لئے بھی کام کیا۔ حضرت تصور صاحبؒ کے ساتھ فراہ فاؤنڈیشن میں بھی سرگرمِ عمل رہے اور ایسے کئی دینی وقومی کام انجام دیئے۔

حضرت سید عبدالکریم اسحاقی صاحب ایک نیک سیرت صالح متقی اور صادق انسان تھے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو شریعتِ محمدیؐ کا احترام کرنا اور دین کے چوکھٹے میں بحیثیتِ مقلد زندگی بسر کرنی چاہئیے اسی لئے ان کو بزرگانِ دین کے حالات کی بڑی جستجو رہتی تھی تا کہ ان کی اتباع کی جاسکے اسی طرح بزرگانِ دین کے حالات سے وہ بہت زیادہ واقف تھے اور انہوں نے دوسروں کو واقف کروانے کے لئے ان کے تذکرے لکھا کرتے اور مختلف رسائل میں شائع کرواتے رہے۔

تذکرے یوں تو بہت سے لکھے جاتے ہیں لیکن یہ تذکرہ عقیدتِ بیان اور لطفِ زبان سے سنور کر قاری کے دل پر زبردست اثر کرتا ہے اور اسکے دماغ میں ایک نور پیدا کردیتا ہے زبان سلیس اور رواں ایسی کہ کوئی پڑھنے بیٹھ جائے تو پڑھتا ہی رہے وقت کا کوئی احساس نہ ہوگا۔

اس تاریخی تذکرہ میں محترم بھائی اسحاقی صاحب نے دسویں اور گیارویں صدی ہجری کے بزرگوں کا ذکر کیا ہے جو دکن میں تشریف لائے اُن کے دائروں کی یہ خصوصیت بھی بتائی گئی ہے کہ انکے زمانے کے مہدوی امراء، وزراء وغیرہ بلکہ شاہانِ احمد نگر اُن سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور صاحبِ دائرہ بھی دین کی تبلیغ و اشاعت میں برابر لگے رہے اس طرح اِن دو صدیوں میں بلکہ بعد بھی ان مہدوی بزرگوں نے اپنی تعلیم سے بہت زیادہ لوگوں کو مہدوی بنا دیا۔ تذکرے کی یہ خصوصیت بھی سامنے رہے کہ جہاں جہاں شاہی خاندان بدلتے اور دیگر مقامات کی اہمیت بڑھتے رہتی تھی وہیں ہمارے بزرگوں کے دائرے بغرضِ تبلیغ اُن ہی مقامات پر قائم کئے جاتے تھے۔

اُمید کہ عاشقانِ بزرگانِ دین کے لئے یہ تذکرہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ بن کر رہے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام مہدویوں کو حضرت اسحاقی صاحب قبلہ کے تتبع میں طرزِ زندگی اختیار کرنے کی توفیق ملے اور اپنے بزرگوں کے مختلف واقعات ہمارے لئے نشانِ راہ کا کام کریں۔ آمین۔ الحمد للہ رب العالمین۔

۱۴/ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ — خاکسار دعا گو

مطابق ۱۹/ اپریل ۲۰۱۱ء — فقیر سید علی برتر غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دکن میں مہدوی بزرگوں کی آمد

ایک تاریخی جائزہ

دکن میں مہدویوں کی آمد اور دینِ مہدیؑ کی تبلیغ اور اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے ہمارے پیشِ نظر اس سرزمین کے وہ دیار و امصار ہیں جنہیں حضرت مہدیٔ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعین نے اوائل دسویں صدی ہجری میں اپنے قدوم سے برکت دی ہے کم وبیش ساڑھے چار سو سال سے مہدوی اس سرزمین میں آباد ہیں اور ان بزرگوں کی رہی بسی ہوئی وادیوں سے بالخصوص ان مقامات سے جہاں کہ ان بزرگوں کے جسد ہائے مقدس سپردِ خاک ہوئے ہیں، مہدویوں کی دینی وابستگی برابر چلی آرہی ہے اور آج بھی یہ مقامات مہدویوں کے لئے مرکزِ ارادت اور مرجعِ عقیدت بنے ہوئے ہیں۔

مہدویوں کی اس ساڑھے چار سو سالہ تاریخ کو دہراتے ہوئے اس سرزمین کے تاریخی پس منظر کو بھی تھوڑا بہت ذہن نشین رکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے دسویں صدی ہجری میں دکن کا وسیع علاقہ تین بڑی سلطنتوں میں منقسم تھا۔ اپنے اوائل دور میں یہ تینوں سلطنتیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتی تھیں ان کی آپسی جنگوں نے انہیں پست وکمزور بنا دیا تھا۔ اکثر وبیشتر انہیں اپنی پڑوسی سلطنتوں سے ہزیمتیں اٹھانی پڑتی تھیں، لیکن جب ان مملکتوں کے نظامِ عسکری میں مہدویوں کو عمل دخل حاصل ہوا تو ان کی ایک سیاسی وحدت قائم ہوگئی جس کے نتیجے میں ان کے مقابل بڑے سے بڑا حریف بھی تابِ مقاومت نہ لا سکتا تھا۔ ان کا آپسی ارتباط اتنا بڑھ

گیا کہ شاہی خاندانوں میں رشتۂ مناکحت قائم ہو گئے۔ ایک مملکت کی شہزادی دوسری مملکت کی ملکہ بن گئی دکن کی ان تینوں سلطنتوں کا اتحاد تقریباً ایک صدی تک برقرار رہا۔ اس دور کے مہدوی سپہ سالاروں میں احمد نگر کے جمال خاں، بیجا پور کے شرزہ خاں اور گولکنڈہ کے عیسیٰ خاں اور موسیٰ خاں کے نام تاریخ میں روشن و درخشاں نظر آتے ہیں۔

دسویں صدی ہجری میں دکن کی ان سلطنتوں کی فوجی چھاؤنیوں کے دوش بدوش مہدوی بزرگوں کے دائرے بھی نظر آتے ہیں۔ جہاں کوئی قلعہ یا چھاؤنی ہے وہاں پر کسی نہ کسی بزرگ کا دائرہ بھی موجود ہے۔ گولکنڈہ، بیجا پور، احمد نگر، برہانپور، دولت آباد، رائچور اور یادگیر وغیرہ کے قلعوں سے ملحق مہدوی بزرگوں کے دائرے رہے ہیں اور آج بھی ان دائروں کا نشانِ راہ بتانے والے حظیرے موجود ہیں۔ ہمارے ان بزرگانِ کرام کے دائرے ہی دکن کے مہدویوں کو اپنے دین پر قائم و استوار رکھنے کا موجب رہے ہیں اور ان ہی صاحبانِ دائرہ کا اثر و نفوذ قومی افراد کی شیرازہ بندی اور ان کے وجود کے برقرار رکھنے کا باعث رہا ہے۔ جہاں دائرہ ہٹا مہدوی بھی وہاں سے ہٹ گئے۔ دکن کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے۔ حضرت مہدیؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے کوئی ایک سال بعد آپکے فرزند و جانشین حضرت میراں سید محمود ثانیٔ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فراہ مبارک سے گجرات واپس تشریف لے آئے ۹۱۲ھ سے ۹۱۸ھ تک آپکا دائرۂ معلیٰ شمالی گجرات یعنے رادھن پور بہلوٹ میں رہا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ میں تقریباً تمام صحابہ کرامؓ اسی دائرے سے وابستہ رہے۔ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ گجرات سے نکل کر ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے۔ سندھ سے لے کر بنگال تک اور خراسان سے لیکر دکن تک صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے متبعین سرگرم تبلیغ نظر آنے لگے۔ اسی دور میں مہدوی بزرگوں کے جنوبی ہند یعنی خاندیس، احمد نگر اور دولت آباد

کے علاقوں میں تشریف آوری کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ملک سلیمان مورخِ تاریخ سلیمانی لکھتے ہیں۔

''اقصائے دکن وسعت کمال دارد وقدر پنج شش سلاطین درین ہرز۔۔ بلقطاع جداگانہ رونق افزائی سرپرستِ سلطنت بودند سوائے سلاطین یکے ملک برید دویم نظام شاہ کسے مہدوی نبودند اماّ افواج ہمگی اکثرے از مصدقان امام علیہ السلام بودند جہتے آں اکثر مہاجراں وتابعین بعد از وصال میرانسید محمود ثانئ مہدیؓ درآنملک سعادت لزوم بردند وازطفیل خاک نعلین زمرہ راشدہ وازوضیعٔ شریف اُمرا وغربا ممتاز وسرفراز تصدیق شدند۔ (جلد چہارم صفحہ ۷۸۸)۔

(ترجمہ: دکن کا علاقہ بڑا وسیع ہے۔ اس سرزمین میں پانچ چھ سلاطین جدا جدا علاقوں کے حکمران رہے ہیں۔ بجز ملک برید نظام شاہ (بحری) دوسرے سلاطین مہدوی المذہب نہیں تھے لیکن ان تمام کے افواج کی اکثریت مصدقینِ مہدیؑ تھی۔ اسی وجہ سے حضرت ثانئ مہدیؓ کے وصال کے بعد اکثر مہاجرین وتابعین دکن تشریف لے آئے تھے اور ان ہی بزرگوں کے پاک قدوم اور وضعِ طریق کی بدولت بہت سے امیر وغریب تصدیق سے مشرف سرفراز ہوئے۔)

۹۲۰ھ سے ۹۳۰ھ تک سرزمینِ گجرات مہدویوں کے لئے ایک امتحان گاہ بن گئی تھی۔ دینِ مہدیؑ سے عناد رکھنے والے بعض علمائے گجرات نے حکومت کو اپنا ہمنوا بنا کر مہدویوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانا شروع کیا۔ اس کا مقابلہ حضرت بندگی میاں رضی اللہ تعالی کی ذاتِ اقدس ہی نے اپنی ساری قوت اور توانائی سے فرمایا۔ بالآخر یہ چیز بندگی میاں کی شہادت پر منتج ہوئی۔ اس شہادت کو جہاں دینی اور مذہبی اعتبار سے خصوصیت حاصل ہے وہاں تاریخی نقط نظر سے بھی یہ بڑی اہمیت کی حامل ہے وہ اس طرح کہ مہدوی سرزمینِ گجرات سے نکل کر مختلف اقطاعِ ہند بالخصوص دکن کی جانب ہجرت کرنے لگے جہاں شمال میں میاں عبدالملک سجاوندیؓ،

میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ ،میاں شیخ مبارکؒ،میاں شیخ علائیؒ،میاں میرؒ وغیرہ کے اسمائے گرامی مبلغینِ دین کی فہرست میں نمایاں نظر آتے ہیں وہاں جنوب میں حضرت شاہِ نعمتؒ،شاہِ دلاورؒ، میاں امین محمدؒ،حضرت ملک جی مہریؒ،میاں بھیکؒ،میاں ابوالفتحؒ رضوان اللہ علیہم وغیرہ کے مبارک ناموں سے مہدویہ تبلیغی مشن وابستہ نظر آتا ہے چونکہ ہمارا موضوعِ گفتگو اس وقت سرزمینِ دکن ہے اسلئے شمال سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے دکن کی جانب ہجرت کرنے والے بزرگوں کے مختصر احوال پیش کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اگر موقعہ دے تو دوسرے علاقوں کے مہدوی بزرگوں کے تذکرے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

سب سے اول دکن کے جس خطے کی جانب صحابہ کرامؓ نے توجہ فرمائی ہے وہ احمد نگر کا علاقہ ہے۔یہ سلطنت نظام شاہیہ کا صدر مقام (دارالخلافہ) تھا۔اور یہیں پر قرونِ اولیٰ کے مہدوی بزرگوں کی آمد ہوتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سلاطینِ نظام شاہیہ میں احمد نظام شاہ برہان نظام شاہ،اور اسمٰعیل نظام شاہ حضرت امامناؑ علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہو چکے تھے۔کہتے ہیں احمد نظام شاہ لاولد تھے حضرت امامناؑ کے پسخوردہ کی برکت سے انہیں لڑکا تولد ہوا جن کا نام، برہان نظام شاہ رکھا گیا۔یہ اپنے پدر نظام شاہ کے جانشین ہوئے۔برہان نظام شاہ اور ان کے فرزند اسمٰعیل نظام شاہ کے دورِ حکومت میں اکثر و بیشتر اعیان و ارکانِ سلطنت مہدوی المذہب تھے۔

برہان نظام شاہ نے اپنی ایک لڑکی حضرت میراں علیہ السلام کے پوترے حضرت سید میرانجی ابن حضرت سید حمیدؒ سے بیاہی تھی۔ اس طرح سلطنت شاہیہ میں مہدویوں کا کافی اثر ورسوخ تھا اور یہی وجہ مہدویوں کے اس علاقہ میں سب سے اول آنے کی رہی۔سلطنتِ نظام شاہیہ کی افواج کا ذکر حضرت میاں ابوالفتحؒ کے تذکرے میں کیا جائے گا۔

حضرت بندگی میاں شاہِ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

گجرات سے دکن کی جانب تشریف لانے والے بزرگوں میں حضرت شاہِ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقدیم حاصل ہے۔آپ حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کے تیسرے اولوالعزم صحابی شمار کئے جاتے ہیں آپ کے والد ملک بڑے امرائے گجرات سے تھے۔اوائل عمری میں باپ کا انتقال ہو گیا تھا آپ کے بعض عزیز و اقارب وبعض اعیان وارکان دوست آپکو تکلیف پہنچانے لگے تو دل برداشتہ ہو گئے۔ ہاتھ میں تلوار لے کر گھر سے نکل پڑے اپنے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت فراہم کر لی۔سرکش امیروں اور حق ناشناس عزیزوں کی سرکوبی کرنے کی دل میں ٹھان لی۔کئی ایک اُمرا اس جماعت کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہونچے۔احمد آباد اور اس کے نواح میں اس جماعت کی دھوم مچ گئی۔

مملکت کے ایک سردار عبداللہ نامی کا لڑکا کسی ہلڑ میں آپ کے ہاتھوں مارا گیا۔حکومتی سپاہ تعاقب میں نکلی۔حضرت میاں نعمتؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگل کی راہ لی۔شہر سے کچھ دور ساتیج نامی ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ کان میں اذاں کی آواز پڑی۔فوراً گھوڑا تھام لیا۔ ساتھیوں نے کہا دشمن تعاقب کر رہا ہے ٹھہرنا قرینِ مصلحت نہیں آپ نے ایک نہ سنی۔گھوڑا درخت سے باندھ کر مصروفِ نماز ہو گئے۔اس اثنا میں تعاقب کرنے والے سپاہی بھی آ پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے۔کسی کو اس کا خیال نہ آیا کہ یہ میاں نعمتؓ ہو سکتے ہیں دوسرے گھوڑوں کے نشان دیکھتے ہوئے آگے نکل گئے۔نماز ختم کر کے حضرت میاں نعمتؓ

نے اُس سمت کا رُخ کیا جس سمت سے اذاں کی آواز آئی تھی۔ اہلِ قریہ سے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ اہل اللہ کی ایک جماعت اس نواح میں ٹھہری ہوئی ہے۔ دیکھا کہ فقیروں کا ایک گروہ ہے۔ حضرت امامناؑ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا ''آؤ میاں نعمت'' یہ سننا تھا کہ دل بے قابو ہو گیا۔ قدموں سے آکر لپٹ گئے اور اپنا سارا ماجرا سنایا۔ میرانجیؑ نے فرمایا ''بھائی نعمت'' اللہ تعالیٰ اپنے گناہوں کو تو معاف کردیگا۔ لیکن بندوں کے گناہ بندوں سے معاف کروانا ہوگا۔ جاؤ جس کا لڑکا تمہارے ہاتھ سے مارا گیا ہے اس کے باپ سے اپنا گناہ معاف کراؤ۔''

میراں علیہ السلام کے اس ارشاد پر آپ احمد آباد آئے۔ امیر عبداللہ کے گھر پہنچے اپنے آنے کی اطلاع کروائی۔ اس کو باور نہ آیا۔ مگر جب بالا خانے پر سے انہیں دیکھا تو کچھ اور ہی رنگ میں پایا۔ سرِنگوں، آنکھیں نیچی، خشمگیں کھڑے ہیں، نیچے اُتر آیا۔ اندر بٹھلایا۔ حضرت نے اپنی تلوار اس کے سامنے رکھدی اور فرمایا۔ یہ تلوار حاضر ہے اپنے لڑکے کا بدلہ لے لو۔ عبداللہ نے یہ حال دیکھ کر آپ کی اس اچانک تبدیلی کی وجہ دریافت کی اور کہا ''میاں نعمت یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ نعمت کہاں پائی۔'' حضرت شاہِ نعمتؓ نے میراں جیؑ سے ملنے کا حال سنایا۔ عبداللہ نے یہ سنکر کہا ''میاں نعمت مجھے بھی تم آں حضرتؑ کے پاس لے چلو اُن سے ملنے کے بعد تمہارا گناہ معاف کرونگا۔'' حضرت شاہِ نعمتؓ اور امیر عبداللہ میراں جیؑ کے حضور آئے۔ خلیفۃ اللہ کی ایک نظرِ کرم نے عبداللہ کو بھی نواز دیا۔ انتقام کی آگ بجھ گئی۔ دل سے معافی دی۔ عبداللہ سے فراغت پاکر حضرت میاں نعمتؓ ہر اس شخص کے پاس پہنچے جنہیں آپ سے کچھ تکلیف پہونچی تھی سبھوں نے بہ یک زباں معافی دی۔ آپ حضرت میراں علیہ السلام کی معیت میں کوئی سات سال گزارے سفرِ خراساں میں میراں جیؑ کے ہمراہ رہے۔ متعدد بشارتیں حاصل فرمائیں۔ ان ہی بشارتوں کی بدولت آپ کا آستانۂ فیض وکرم ہر مہدوی کے لئے بابِ رحمت ہے۔ بقول

امامنا میراں علیہ السلام آپ کا قدم مبارک '' دافعِ بلیّات ہے۔'' چنانچہ آج بھی آپ کی نیازِ مبارک ہر مریض کے لئے شفاوشفاعت کا حکم رکھتی ہے۔عقیدت کے ساتھ آزمالیجئے۔حضرت ثانیٔ مہدیؓ کی شہادت کے بعد آپ کچھ دنوں کیلئے گجرات میں تشریف فرمارہے۔شہادتِ بندگی میاںؓ (۹۳۰ھ) کے بعد گجرات سے ہی ہجرت فرمائی۔دکن کے مختلف مقامات پر تبلیغ وہدایت فرماتے ہوئے سب سے آخر پُونا سے قریب منولی میں آپ نے قیام فرمایا۔یہی آپ کا آخری دائرہ تھا۔یہ لوگڑھ کے قلعہ سے قریب تھا۔ان دنوں لوگڑھ کا قلعہ نظام شاہی عساکر کا ایک فوجی مرکز تھا۔یہاں کے قلعہ دار کومہدویوں سے کچھ عناد تھا۔تسبیح دینے کے بارے میں اہلِ دائرہ اور قلعہ والوں کے درمیان بحث پیدا ہوگئی یہاں تک کہ معرکہ آرائی کی نوبت آپہونچی۔اس معرکہ میں حضرت شاہِ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سولہ سترہ فقراء کے ساتھ جامِ شہادت نوش فرمایا۔یہ شعبان ۹۳۵ھ کا واقعہ ہے۔قلعہ تو اب باقی نہیں ہے البتہ لوگڑھ کا نام رہ گیا ہے۔مغربی گھاٹ کا یہ علاقہ ہے۔ان ہی گھاٹوں کے دامن میں آپ کا مرقدِ مبارک ایک چھوٹی سی چاردیواری میں غیر مسقّف چبوترہ پر واقع ہے اور جویندگانِ رحمتِ ایزدی کے لئے ایک بابِ بخشش وکرم ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہِ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسری عظیم المرتبت شخصیت جس نے سرزمینِ دکن کو اپنے قدومِ سعادت لزوم سے عزت بخشی ہے وہ حضرت شاہِ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔آپ امامنا مہدی موعود علیہ الصلواۃ والسلام کے برگزیدہ صحابی اور خلفا میں پانچویں شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت شاہِ دلاؓور راجہ دلپت رائے والیٔ گوڑ کے بھانجے تھے جب والیٔ گوڑ کو سلطان حسین شرقی کے مقابل شکست ہوئی تو راجہ کے مفتوحہ متوسلین میں آپ بھی شامل تھے۔اس وقت آپ کا سِن دس بارہ سال کا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ شکیل وجمیل تھے۔سلطان حسین شرقی کی ایک بہن سلیمہ خاتون لاولد تھیں۔اس نے آپ کو گودی لے لیا۔محل شاہی میں پرورش ہونے لگی لیکن آپ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جنہیں خداوندِ تعالیٰ دنیا میں دینی مشن چلانے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔چنانچہ بچپن ہی سے آپ کے عادات واطوار کچھ ایسے تھے جو خدا کے مخصوص بندوں کو زیب دیتے ہیں۔بچپن سے آپ بہت ہی خاموش اور تنہائی پسند تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا ؎
''دل میں ہے لو کسی کی برابر لگی ہوئی''۔

قصرِ شاہی، جہاں دنیا تمام کی رنگ رلیاں ہوتی ہوں وہاں ایسی زندگی بسر کرنا کچھ عجوبہ سا لگتا تھا۔چنانچہ سلیمہ خاتون نے آپ کا حال دیکھ کر یہ مناسب سمجھا کہ آپ کو حضرت امامنؑا کے پاس بھیج دیا جائے۔حضرت امامنؑا کے حضور میں کیا آئے مقبول ومنظورِ بارگاہِ الٰہی ہوگئے۔مرید اللہ اور مراد اللہ کی تعلیم سے سرفراز ہوئے۔ میراں علیہ السلام نے جب جونپور سے ہجرت

فرمائی تو آپ دانا پور تک ساتھ رہے۔ یہاں آپ پر جذبِ الٰہی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ آپ سفر کے قابل نہ رہے کوئی بارہ سال اسی کیفیت میں گذرے۔ بالآخر جب میراں علیہ السلام کعبۃ اللہ سے مراجعت فرما کر احمد آباد تشریف لے آئے تو آپ کا دورِ جاذبیت ختم ہوا۔ اب انہیں اپنے آقا و مولیٰ کی خوشبو آنے لگی۔ جس سمت سے یہ خوشبو آ رہی تھی اُسی سمت نکل پڑے۔ شبانہ روز منزلیں طے کرتے ہوئے احمد آباد پہونچے کہتے ہیں کہ میراں علیہ السلام جس روز احمد آباد میں قدم رنجہ فرماتے ہیں اسی روز حضرت شاہِ دلاورؒ بھی احمد آباد پہونچے۔ پھر اس کے بعد سے امامنا علیہ السلام کی صحبت سے جدا نہیں ہوئے۔ سفرِ خراساں اور فراہ مبارک میں بہت سی بشارتیں حاصل فرمائیں۔ حضرت امامناؑ کی رحلت کے بعد آپ حضرت ثانی مہدیؓ کے دائرے معلیٰ میں رہے۔ ۹۴۰ھ کے لگ بھگ آپ نے دکن کی جانب ہجرت فرمائی۔ احمد نگر میں ایک دو سال آپکا دائرہ رہا یہاں سے بھنگار، چچونڈ اور دولت آباد ہوتے ہوئے بالآخر بور کھیڑہ (چالیس گاؤں) تشریف فرما ہوئے۔ جہاں پر ۲/ ذیعقدہ ۹۴۴ھ کو جبکہ آپکا سن (۸۰) کے قریب تھا واصل ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک جو ایک حجرے میں ہے آج بھی مہدویوں کے لئے مرکزِ طواف وملجائے عقیدت وارادت ہے حضرت منورؒ فرماتے ہیں۔

''کعبہ کا طواف آپکے حجرے کا تصدق

مقصد میں برابر ہیں میاں شاہِ دلاورؒ''

حضرت کی اولاد اور احفاد میں بعض خاندان دکن میں موجود ہیں۔ حضرت امامناؑ نے اپنے ان صحابی کے متعلق جو بشارتیں دی ہیں ان میں اول دلاور آخر دلاور خصوصیت رکھتی ہے۔ جہاں اولوالعزم صحابہ میں آپ سب سے پہلے آئے ہیں وہیں سب سے آخر میں آپکا وصال ہوا ہے۔ آپ کا سینۂ مبارک ایسے علم سے معمور تھا جس کی تمنا اہل اللہ نے کی ہے۔ روایت ہے کہ بعض

یار و اصحاب جب حضرت امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام کے حضور میں حلِ مشکلات کے لئے آتے تو آپؑ فرماتے ''حجرے میں نہ پاؤ تو اپنے معاملہ کو میاں دلاورؓ کے روبرو کردو وہ اہلِ دل ہیں وہاں تمہارے سارے عقدے حل ہو جائیں گے۔'' آپ کا قلبِ اطہر ایسا روشن و منور تھا کہ ارض و سما کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں تھی۔آپ قرآنِ حکیم کے مطالب اور نکات ایسے بیان فرماتے تھے کہ بڑے بڑے علما محوِ حیرت رہ جاتے۔ بقول مولانا رومؒ ''از قرانِ مغز را برداشتم'' آپ کی ذاتِ اقدس اسکی آئینہ دار تھی۔اس دور کے بہت سے نامور مشاہیر علما آپ کے خلفاء کے زمرے میں داخل رہے ہیں۔حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ جنہیں مہدویوں میں عالم باللہ سے یاد کیا جاتا ہے آپ ہی کے خلفاء میں سے تھے۔ ''سراج الابصار'' آپ کی مشہور و معروف تصنیف ہے۔ ان کے علاوہ حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ ، حضرت میاں وزیر الدینؒ ، حضرت میاں یوسفؒ وغیرہم اپنے زمانے کے علما اور صاحبانِ رشد و ہدایت بزرگوں میں سے گزرے ہیں۔ان میں سے اکثر نے دکن میں دینِ مہدیؑ کی اشاعت و تبلیغ فرمائی ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام کے خلفاء کے سوائے دکن تشریف لانے والے صحابہ اور مہاجرین میں قابلِ ذکر حضرت میاں امین محمد، حضرت ملک جی شہزادۂ لاہوت ، حضرت میاں بھیک رضوان اللہ علیہم ہیں جن کے دائرے مہدویوں کے لئے مرکزِ ہدایت رہے ہیں اور آج بھی ان کی پاک تربتوں سے صدق و صفا کے درس ملتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں امین محمدؓ

بڑے صاحبِ علم وفضل بزرگ گزرے ہیں۔آپ اُن بارہ صحابہؑ کبار سے ہیں جنہیں مہدویوں میں اثنا عشرہ مبشرہ سے یاد کیا جاتا ہے۔آپ کا بیانِ قرآن سن کر ہزاروں اشخاص ہندوستان اور ہندوستان سے باہر تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔آپ حضرت میاں عبدالمجید نورنوش رضی اللہ عنہ کے بھائی اور مہاجرین سے ہیں۔حضرت امامناؑ کے وصالِ مبارک کے بعد آپ نے فراہ سے نکل کر خراسان، ایران اور بلوچستان کے علاقوں میں دینِ مہدیؑ کی تبلیغ واشاعت کئی برس تک فرمائی ہے۔بعض تاریخی قرائن سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ بلوچستان کے مکرنی قبائلی جنہیں ذکری مہدوی کہا جاتا ہے اسی زمانے میں حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔اگرچہ بعد میں صاحبانِ فضل بزرگوں سے دوری کے باعث ان لوگوں کے عقائد اور طریق میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی مگر ذاتِ مہدیؑ سے یہ لوگ غیر معمولی عقیدت اور ارادت رکھتے ہیں۔حضرت میاں امین محمدؓ اپنے آخری زمانے میں دولت آباد تشریف لے آئے تھے قلعہ کے اطراف جو پہاڑیاں ہیں اسی کے دامن میں جانبِ جنوب اپنا دائرہ قائم فرمایا۔بالآخر یہیں پر آپ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی۔آپ کا یہ شعر ؎

''ہر کہ مہدیؑ را بگیرد گفت او در دل کند

بے حجابش رویت اللہ بالیقیں حاصل کند''

آپ کی زندگی اور کیفیتِ باطنی کا ترجمان ہے۔آپ کا سنہ وصال ۹۳۵ھ ہجری لکھا گیا

ہے۔لیکن بعض محققین کواس کی نسبت اختلاف ہے۔ کیوں کہ کہتے ہیں آپ نے بڑی عمر پائی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ ۹۵۳ھ کے بجائے ۹۳۵ھ لکھدیا گیا ہو۔آپ کا مرقدِ مبارک حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؓ کے حظیرۂ مبارک سے بالکل ملحق ایک علیحدہ چار دیواری میں واقع ہے جہاں پر آپ کے علاوہ میاں عبدالکریم نوریؒ، میاں عبداللطیفؒ وغیرہم کے مزارات ہیں۔آپ ''محمدؒ'' تخلص فرماتے تھے۔آپ کی ایک مشہور فارسی غزل جس کو ملک سلیمان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے قابلِ ملاحظہ ہے:۔

اۓ عارفان اۓ واصلاں دلبر عیاں آمد پدید
اۓ صادقان اۓ صادقاں در وصف عالی تر شوید

کیں وقت صاحب اولیائے مہدیؑ زماں آمد پدید
اۓ عاشقان اۓ عاشقاں پروانۂ نام شوید
ہوشیار باشد ایں زماں شمع دواں آمد پدید
اۓ طالبان اۓ طالباں جوئید گل چوں بلبلاں
غنچہ نیاز حسن خود در بوستاں آمد پدید
اۓ محمدؒ غافل است یارب تو غفلت دور کن
ہاں اۓ دلا ہوشیار شو صاحب دلاں آمد پدید

حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادۂ لاہوتؓ

حضرت ملک جیؓ ناگور کے حاکم تھے۔ جب حضرت مہدی علیہ السلام کی تشریف آوری پر ناگور میں آپ کے دعوئ مہدیت کا غلغلہ مچ گیا تو حضرت ملک جیؓ چند علما کے ساتھ حضرت امامناؑ کے پاس مسئلۂ مہدیت پر بحث کرنے آئے۔ آپکو دیکھتے ہی حضرت امامناؑ نے فرمایا: ''آؤ شہزادۂ لاہوت'' یہ سننا تھا کہ ہوش جاتے رہے اور جب ہوش آیا تو قدموں پر آگرے اور تصدیق سے مشرف ہوئے۔ حکومت اور علم کا نشہ کافور ہوگیا۔ سب کچھ بالائے طاق رکھکر امامناؑ کے ساتھ ہوگئے اور صحابۂ کرام کی جماعت میں داخلہ حاصل فرمایا۔ حضرت امامناؑ کی رحلت کے بعد حضرت سیدنا ثانئ مہدیؓ کی صحبت میں رہے۔ کہتے ہیں کوئی چار سو پچاس طالبانِ حق کی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔ برہان نظام شاہ کے دورِ حکومت میں دکن تشریف لائے موضع سپرال پچونڈ میں جو نواحی احمد نگر میں ہے آپ کا دائرہ تھا۔ یہیں پر آپ کا وصال ہوا۔ صحیح تاریخ و سنہ وصال معلوم نہ ہوسکا۔ لیکن صاحبِ تاریخ سلیمانی لکھتے ہیں کہ آپ کے انتقال پر حضرت شاہِ دلاورؓ نے ''قرآن از زمین برداشت'' فرمایا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ۹۴۵ھ سے قبل آپ نے وفات فرمائی۔ آپ کی اولاد واحفاد میں بہت سے افراد سلطنتِ نظام شاہیہ میں خدماتِ جلیلہ پر فائز تھے۔

حضرت بندگی میاں ابوالفتحؓ

حضرت میاں ابوالفتحؓ اپنے دور کے بڑے صاحبِ علم وفضل بزرگ گزرے ہیں۔آپ کے فضل وکمال کا چرچا گجرات، آگرہ اور دہلی میں تک تھا۔ چنانچہ ملاعبدالقادر بدایونی آپ کی نسبت لکھتے ہیں:

''بڑے صاحبِ جاہ وجلال اوراہلِ کمال تھے،مہدویت کے طریقہ پر بڑے ثابت قدم تھے۔ بیرم خاں کے زمانے میں کسی ضروری کام کے لئے آگرہ آئے تھے،''میں طالبِ علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت مولانا عبداللہ قندہاری کے ساتھ آگرہ میں جمنا کے اس پار مولانا شیخ بہاء الدین مفتی کے محلّہ میں شیخ کی ملاقات کو گیا تھا۔تنہا حجرے میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے۔ہمکودیکھ کرانھوں نے یہ حدیث پڑھی:''**لا یقعدون قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملئکۃ و غشتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ و ذکرھم اللہ فی من عندہ**'' اوراس کا ترجمہ بیان کیا۔چنانچہ میں نے بھی ذکرکرنا شروع کیا۔اس وقت مجھ کو جو فیضِ صحبت حاصل ہوا اورقرآن کے معنی کھلنا شروع ہوئے مدت تک ایسا اثر رہا کہ جوآواز میرے کان میں آتی تھی اس کو میں ذکر سمجھتا تھا۔(ترجمہ منتخب التواریخ صفحہ۔۴۱)۔

حضرت میاں ابوالفتحؓ کارشتۂ مناکحت حضرت امامناؑ کی ایک صاحبزادی بی بی ہدایت اللہ (بی بی ہدنجی)رضی اللہ تعالی عنہا سے قرار پایا۔اس رشتہ میں منسلک ہونے کے بعدآپ اپنی حرم محترمہ کے ساتھ گجرات سے دکن (احمد نگر) تشریف لائے۔ ان دنوں سلطنتِ احمد نگر کے

تاجدار برہان نظام شاہ تھے۔ برہان نظام شاہ اوران کے فرزند اسماعیل نظام شاہ دونوں مہدوی المذہب گزرے ہیں۔

سلطنتِ نظام شاہیہ کا سیاسی اورفوجی اقتدار تقریباً سب مہدویوں کے ہاتھوں میں تھا۔احمد نگر کی افواج کے سپہ سالار اعلیٰ جمال خاں مہدوی تھے۔اوران کے تحت مہدویہ افواج ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ان کی فوجی چھاؤنی موضع چچونڈ میں تھی جوشہر سے دس بارہ میل دور جانبِ مشرق واقع ہے۔اس ساری چھاؤنی کے پیرِ طریقت حضرت ابوالفتحؓ ہی تھے۔آپ کے دائرے کے آثارِ صنادید آج بھی موجود ہیں۔مہدویہ تاریخ کے لحاظ سے حضرت میاں ابوالفتحؓ کا انتقال ۹۴۹ھ میں ہوااورآپ کا مرقد ندی کے کنارے ایک وسیع خطہ اراضی میں ہے جوعام طور پر بی بی کے حظیرے سے مشہور ہے۔جمال خاں سپہ سالار عساکرِ نظامِ شاہیہ کی قبر بھی اسی حظیرے میں میاں ابوالفتحؓ کی مرقد سے قریب واقع ہے۔اس حظیرے میں بہت سے مہاجرین بھی مدفون ہیں۔

حضرت بندگی میاں شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؒ

(۹۱۳ تا ۹۸۰ ہجری)

دسویں صدی ہجری میں دکن تشریف لانے والے بزرگوں میں حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؒ اور حضرت بندگی میاں سید شریف (تشریفِ حق ؒ) خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت شاہِ یعقوبؒ، حضرت میراں سید محمود ثانیٔ مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندِ دلبند اور امامنا کے مبشر ہیں۔ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایتؓ سے بھی آپ کو فرزندِ معنوی یعنی داماد ہونے کی نسبت حاصل ہے۔

حضرت تشریفؒ اللہ، حضرت سید الشہداء کے چوتھے فرزند اور تشریف اللہی خاندان کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ ان دونوں بزرگانِ کرام کے علاوہ حضرت میراں سید عبدالحیٔ روشن منورؒ (فرزند اکبر ثانیٔ مہدیؑ) اور حضرت بندگی میاں سید شہاب الحقؒ و بندگی میاں سید محمود سید نجیؒ خاتم المرشدین اور بعض صحابہ کرام خصوصاً، حضرت شاہِ نظام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادو احفاد کی بدولت سرزمینِ دکن دینِ مہدیؑ سے روشن و منور ہوئی ہے۔ اور ان ہی بزرگانِ عالی مقام کی وساطت سے دکن میں مہدویت کے چراغ فروزاں ہوئے ہیں۔ اور آج بھی ان ہی بزرگوں کے نام لیوا دکن کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے دینِ مہدیؑ کی صیانت فرما رہے ہیں۔

پیدائش اور بچپن:۔

حضرت شاہِ یعقوبؒ کی ولادت باسعادت رادہن پور (بھیلوٹ) میں ہوئی۔ کمسنی میں پدرِ بزرگوار کی رحلت ہوگئی۔ اُس وقت آپ کی عمر چھ یا سات سال کی تھی۔ بچپن حضرت امامنا کی

حرمِ محترم حضرت بی بی ملکانؓ کے سایۂ عاطفت میں گزرا، ابتدائی تربیت حضرت شاہِ نظامؓ کے تفویض رہی۔ اور آپ حضرت شاہِ نعمتؓ سے تلقین ہیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شادی حضرت سید الشہداء صدیقِ ولایتؓ کی صاحبزادی حضرت راجے رقیہؓ سے فرمائی جن کے بطن سے حضرت بندگی میاں سید اشرف اور بندگی میاں سید اسحاق رحمۃ اللہ علیہما ہوئے ہیں۔ اس رشتے کے قائم ہونے کے بعد آپ حضرت خلیفہ گروہؓ کے دائرے معلیٰ میں تشریف فرما رہے۔ چند سال بعد آپ نے دکن کی جانب ہجرت فرمائی یہ زمانہ ۹۴۰ھ کے کچھ بعد کا ہے۔ ان دنوں حضرت شاہِ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دائرہ مبارک بھنگار ضلع احمد نگر میں تھا۔ آپ حضرت شاہِ دلاورؓ کی صحبتِ فیض اثر میں کچھ دن گزارے۔ اسی زمانے میں شاہِ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دائرہ مبارک بھی اسی قرب ونواح میں تھا ان دونوں بزرگوں کے اصرار اور ایما پر حضرت شاہِ یعقوبؒ نے اپنا علیحدہ دائرہ جیور (احمد نگر) میں قائم فرمایا۔ یہیں پر آپ کی اہلیہ محترمہ راجے رقیہؓ نے اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا۔ اور یہیں پر آپ مدفون ہیں۔ یہ مقام بھی مہدویوں کی زیارت گاہ ہے۔ جیور احمد نگر سے کوئی بارہ میل دور ہے۔ حضرت بی بی بہان متی حرمِ محترم حضرت امامناؑ بھی اسی مقام پر آسودہ ہیں۔

ایک روایت ہے، جب کہ آپ کا دائرہ جیور میں تھا حضرت میراں سید حمیدؓ کے دو فرزند حضرت شاہِ نعمتؓ کے پاس بغرضِ تربیت لائے گئے۔ حضرت شاہِ نعمتؓ نے اِن دونوں فرزندوں کو حضرت شاہِ یعقوبؒ کے پاس لاکر تربیت کروایا۔ صحابہ کرام کی موجودگی میں انہیں تربیت کرنے میں شاہِ یعقوبؒ نے تامل فرمایا ''الامر فوق الادب'' کے تحت تعمیل کی گئی۔

ازواجِ مطہرہ:۔

حضرت راجے رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت شاہِ یعقوبؒ نے دوسری شادی حضرت ملک

گوہرشہ پولادیؒ کی صاحبزادی بواصاحبہ بی بیؒ سے فرمائی جنکے بطن سے حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ اور بندگی میاں سید خوندمیرؒ پیدا ہوئے۔آپکی تیسری بیوی نواب عالم خاں میواتی کی دختر بی بی آقا ملکؒ ہیں۔جن سے حضرت بندگی میاں سید ابراہیمؒ اور بندگی میاں سید محمودؒ ہوئے ہیں۔ اِن دونوں بزرگوں کی پیدائش ۹۶۰ھ کے بعد پائی جاتی ہے۔ مذکورہ چھ فرزندوں کے علاوہ دواور فرزند دوعلیحدہ بیویوں سے ہوئے ہیں۔ایک بندگی میاں سید عالمؒ کی والدہ محترمہ بی بی سارہؒ جو میاں زین العابدین عرف ننھے میاں صاحب ''کشف الاسرار'' کی صاحبزادی ہیں۔حضرت ننھے میاں صاحب خاندیس میں کسی اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔بعضوں نے لکھا ہے کہ آپ وہاں پر مدارالمہامِ سلطنت یعنی وزیرِ اعلیٰ تھے۔اس دور میں اکثر و بیشتر مہدوی اُمرا اور عمائدین سادات سے اپنی بچیوں کا رشتۂ مناکحت قائم کرنا باعثِ عز وافتخار سمجھتے تھے۔ چنانچہ گجرات اور دکن میں اسکی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت سید مصطفیٰؒ سب سے چھوٹے اور آخری فرزند ہیں۔آپکی والدہ ماجدہ منجھلے صاحبہ بی بیؒ حضرت ملک اسماعیلؒ ابن حضرت ملک حمادؒ کی بیٹی ہیں۔حضرت شاہِ یعقوبؒ کو مہدویوں میں ''شجرۃ المرشدین'' سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خداوندِ تعالیٰ نے آپکو آٹھ فرزند اور چار دختر عنایت فرمائے ہیں۔ان ہی فرزندانِ عالی مقام اور دخترانِ ذوی الاحترام سے اکثر و بیشتر سادات گھرانے اور صاحبانِ رشد و ہدایت وابستہ ہیں۔جن کا سلسلۂ فیض، صحبت وسند آج تک جاری وساری ہے۔حضرت شاہِ یعقوبؒ کے ان فرزندوں اور دختروں کو ایک بشارت کی بناء پر ''بنی اسرائیلِ ولایت'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزندوں کو ''بنی اسرائیلِ نبوت'' سے مخاطب کیا جاتا ہے اِسی طرح فرزندان وَ دخترانِ شاہِ یعقوبؒ کو ''بنی اسرائیلِ ولایت'' سے یاد کیا جاتا ہے۔

وصال:۔

حضرت شاہِ یعقوبؒ کے دولت آباد تشریف لانے کا صحیح سِن تو نہیں بتلایا جاسکتا البتہ بعض قرائنِ تاریخی سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپؒ ۹۷۵ھ کے بعد اس جانب تشریف لے آئے ہیں۔ اِن دنوں دولت آباد سلطنتِ نظام شاہیہ کا ایک اہم فوجی مرکز تھا۔ عمائدین و سپہ دارانِ مملکت کی کثیر تعداد مہدوی المذہب تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطنتِ نظام شاہیہ کا سپہ سالارِ اعلیٰ ملک عنبر مہدویوں سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا۔ حضرت میاں وزیر الدینؒ جو حضرت شاہِ دلاورؒ کے خلفاء سے ہیں اُن سے ارادتِ دینی تھی۔ چنانچہ آپ کے دائرہ کے لئے ایک بڑی مسجد کی بِنا ڈالی تھی۔ لیکن سیاسی انقلاب کی وجہ سے یہ مکمل نہیں ہوسکی۔ دولت آباد میں آپ کے قدیم دائرہ و حظیرہ کے پاس یہ نامکمل مسجد آج بھی موجود ہے۔ اور نظام شاہیہ کے سپہ سالارِ اعلیٰ کی عقیدت و اِرادت کا پتہ دیتی ہے۔ الغرض دولت آباد اِن دنوں مہدوی اُمرا و رؤسا کے دوش بدوش فقرا اور صاحبانِ رشد و ہدایت بزرگوں کا بھی ایک بڑا مرکز بن گیا تھا۔ حضرت میاں سید عبدالکریم نوریؒ، حضرت میاں وزیر الدینؒ جیسے مہدوی علما یہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت شاہِ یعقوبؒ کی آمد جہاں ہزاروں عاشقانِ مہدیؑ اور جانثارانِ دیں کے لئے باعثِ برکت و سعادت تھی۔ وہاں بعض ناعاقبت اندیش مشائخین کے لئے تکلیف دہ ہوگئی۔ کیونکہ اس مشعلِ دین کے آگے اُن مشائخین کے چراغ ماند پڑ گئے تھے۔ چنانچہ اِن کے دل میں آتشِ حسد بھڑک اُٹھی ۔ شاہ علی نامی ایک شیخ کے بیٹوں نے آپکے خلاف ایک منصوبہ، باندھا۔ اپنے گھر دعوت دی اور پسخوردہ حاصل کرنے کے بہانے سے شربت میں زہر ملا دیا اس مشروب کا آپ نے صرف ایک ہی گھونٹ لیا جو ہلاہل ثابت ہوا۔ اس واقعہ کے تین

روز کے اندر ہی آپکی شہادت واقع ہوگئی۔ اسی بِنا پر آپکو حسنِ ولایتؓ سے ملقب کیا جاتا ہے ۔

یہ تحریر ہے لوحِ محفوظ میں

حسن ہے ولایت کا یعقوبؓ لا ریب (مہدویؔ)

مولوی سید حسین صاحب مہدویؔ نے آپکی تاریخِ وصال ۹۸۰ھ نکالی ہے۔

فضائل و خصوصیات:۔

حضرت شاہِ یعقوبؓ اپنے پدرِ بزرگوار کی رحلت کے وقت چھ یا سات سال کے تھے۔ ایک مرتبہ بارش کے موسم میں آپ پانی میں کھیل رہے تھے۔ ہاتھ پاؤں مٹی میں لُت پُت تھے ایسے میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا گزر اس طرف سے ہوا، آپکو اس حالت میں دیکھ کر حضرت بھائی مہاجرؓ کے دل میں یہ خیال گزرا جن کے بڑے نہ ہوں ان کے لڑکوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ رات میں جب آپ سو گئے تو خواب دیکھتے ہیں کہ میدانِ حشر بپا ہے۔ لوگ ادھر اُدھر پریشان پھر رہے ہیں۔ کچھ دور میدان میں ایک بڑا اڈیرہ لگا ہوا ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کا ہے۔ آپ بھی اُس طرف جا پہنچے اندر جانا چاہا مگر دربان نے اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔ اتنے میں حضرت شاہِ یعقوبؓ اسی حال میں جیسا کہ انہیں دن میں دیکھا تھا، ہاتھ پاؤں کیچڑ میں بھرے ہوئے اُس طرف تشریف لائے۔ پوچھا ''میاں ماموں! یہاں کیوں کھڑے ہیں۔'' حضرت بھائی مہاجرؓ سے ابھی کوئی جواب نہ ملا تھا کہ آپ (شہِ یعقوبؓ) نے فرمایا ''چلو میرے ساتھ اندر چلو'' دربان نے اس مرتبہ کوئی روک ٹوک نہیں کی۔ اندر دیکھتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام ایک شہ نشین پر تشریف فرما ہیں۔ حضرت شہ یعقوبؓ اسی حالت میں اپنے جد امجد کی گود میں جا بیٹھے۔ حضرت میاں بھائی مہاجرؓ نے جب یہ معاملہ دیکھا تو نیند سے چونک پڑے ابھی صبح نہیں ہوئی تھی۔ سیدھے حضرت بی بی ملکانؓ کے دولتِ سرا پر پہونچے جہاں شہزادۂ

ولایت تشریف رکھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ابھی آپ استراحت فرمارہے ہیں۔ آپ کو بیدار کرنے کی خواہش فرمائی۔ اور جب آپ باہر تشریف لائے تو انہیں گود میں اٹھالیا، پیار کیا اور فرمایا ''میرے شہزادے اپنی زبانِ مبارک سے صرف اتنا کہہ دو کہ ''میں نے معاف کیا''۔ حضرت شہ یعقوبؒ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اور جب حضرت بھائی مہاجرؓ اصرار فرمانے لگے تو کچھ سوچے یا سمجھے فرمایا ''معاف کیا''۔ یہ الفاظ سنتے ہی حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ باغ باغ ہو گئے اور خوشی سے شہزادہ کو گلے لگا لیا اور گھر واپس ہو گئے اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہیکہ بزرگانِ کرام کی ارواحِ مقدسہ کو اپنوں سے کیا تعلقِ خاطر ہوتا ہے۔ ہماری دینی تاریخ اس قسم کی بے شمار روایتوں سے بھری پڑی ہے۔ جہاں انبیاؑ، اولیاؒ اصفیاؒ سبھوں نے اپنے سے نسبت رکھنے والوں کا پاس ولحاظ رکھا ہے۔ یہ نسبت خواہ ذاتی ہو کہ صفاتی بہر صورت بڑی خصوصیت کی حامل ہوتی ہے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں۔

''اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ ''

(چاہے میری درخواست منظور ہو کہ نا منظور ہر صورت میں آلِ رسولؐ کا دامن پکڑے رہوں گا)

یہ صحیح ہے کہ آلِ رسولؐ سے مراد رسول اللہ کے طریق کے متبعین ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب یہ نسبت ذاتی اور صفاتی ہر دو اعتبارات سے کسی میں موجود ہو تو پھر اس کی عظمت و خصوصیت کا کیا کہنا۔ تھوڑی دیر کے لئے آپ اپنی توجہ اِن برگزیدہ شخصیتوں کی طرف لے جایئے جنہیں حضرت شاہِ یعقوبؒ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہونے کی عزت حاصل ہے۔ یہ وابستگی اولاد کے ناطے سے ہو یا آل کے تعلق سے بہر صورت آپ یہ دیکھیں گے کہ اِن بزرگوں کی زندگی مبارک ''تخلقوا بالاخلاق الله'' کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ آج بھی اِن کے تذکروں میں

ایک کشش اور حلاوت ہے اگر آپ اُن مقدس آستانوں پر چلے جائیں جہاں اِن بزرگوں کے جسد ہائے اطہر پیوندِ خاک ہوئے ہیں تو آپ روحانی لذت اور قلبی سکون پائیں گے۔صدیاں گزرگئیں لیکن کیف وسرور اسی طرح قائم و برقرار ہے۔حضرت شاہِ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ پُرجلال پر چلے جائیے یا حضرت شاہِ نصرتؒ کے دامنِ عافیت سے لپٹ جائیے یا شاہِ ابراہیمؒ قدس سرہ العزیز کے قدموں کے پاس بیٹھ جائیے آپ کو اِن مقامات پر جو سکینہ میسر آئے گا اُس کا صحیح اندازہ عمل کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے اس سے ہٹ کر اِن بزرگوں کی اولاد اور اِن کے جانشینوں کو دیکھ لیجئے اِن کی پاکیزہ صورتیں، اِن کے منور چہرے، ان کا سیدھا سادہ لباس، اِن کی قدیم وضعداری، اِن کا اندازِ تکلم، انکا مشفقانہ برتاؤ، اِن کا مخلصانہ تخاطب، اِن کی بے ریائی دیکھکر دل یہ کہہ اُٹھتا ہے۔'' **فتبارک اللہ احسن الخالقین**''

مجھے یاد ہے کوئی پچیس، تیس سال ہوئے حضرت شاہِ یعقوبؒ کی اولاد سے ایک بزرگ نظام آباد تشریف لاتے تھے۔اُن کا نورانی چہرہ، اُن کی روشن آنکھیں، اُن کی خوب صورت گھنی داڑھی، انگرکھے کے اوپر پگڑی پہنے ہوئے جب اسٹیشن پر اترتے تو انہیں دیکھکر لوگ تعجب سے پوچھتے کہ یہ کون بزرگ ہیں۔(یہ ذکر حضرت سید عبدالحئی شاہ صاحب میاں صاحبؒ کی مبارک ہستی کا ہے) بعض اعلیٰ عہدیداروں کو جب اِن بزرگ کی میرے یہاں آنے کی اطلاع ملتی تو مجھ سے کہتے کہ جب کبھی حضرت تشریف لے آئیں، انہیں بھی آگاہ کرنا تا کہ ملاقات کا شرف حاصل ہوسکے۔اب آپ ہی فرمائیے کہ اِس شجر مبارکہ کے برگ وبار میں جب یہ اثر وکیف ہے تو بھلا اس کی اصل میں کیا کچھ دلاویزی اور حُسن مستور نہ ہوگا۔

حضرت شاہِ یعقوبؒ کی سیرتِ طیبہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اپنے اکثر و بیشتر فرزندانِ گرامی کو اپنے سے علیحدہ فرما کر دوسرے بزرگوں کے یہاں تربیتِ دینی دلوائی۔

چنانچہ اپنے بڑے فرزند حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ کو حضرت بندگی میاں سید شہاب الحق کے والدینؒ سے تربیت دلوائی ۔ اور حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ کو حضرت میاں سید عبدالکریم نوریؒ افضل التابعی سے تربیت دلوائی۔ اسی طرح فرزندِ سوم اور چہارم، حضرت بندگی میاں سید یوسف و بندگی میاں سید خوندمیر رحمہا اللہ علیہما حضرت خاتم المرشدین بندگی میاں سید نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشکوٰۃ فیض سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ آپ کے آٹھ فرزندوں میں سے صرف دو یا تین فرزندوں ہی کو آپ سے تربیتِ دینی حاصل ہے۔ یہ حضرت بندگی میاں سید عالمؒ ساتویں فرزند حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؒ کے فقیر اور تربیت ہیں۔ آپ ہی کی صحبت با اثر میں زندگی بسر کی ہے۔ سب سے چھوٹے فرزند حضرت بندگی میاں سید مصطفیٰؒ کی نسبت کچھ اختلاف ہے صاحبِ تاریخ سلیمانی نے یہ بتلایا ہے کہ آپ کو اپنے پدرِ بزرگوار ہی سے واسطۂ دینی رہا ہے۔ لیکن بعض اس سے متفق نہیں ہیں۔

بہر کیف آپ کے آٹھ فرزندانِ عالی مقام کے منجملہ صرف دو یا تین فرزند آپ کی صحبت با فیض میں رہے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا، خوندکار آپ کے پاس کیا کمی ہے جو فرزندوں کو دوسروں کے پاس بھیجتے ہیں، اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا بھئی ''مرد وہ ہیں جو باہر سے کمالائیں، گھر کی چیز تو اُن کی میراث ہے۔''

حظیرہ و روضہ مبارک حضرت شاہِ یعقوبؒ:

دولت آباد میں پنی پورہ کی مہدوی آبادی سے جانبِ شمال ایک نیم پختہ راستہ، حضرت مومن عارفؒ کی درگاہ کو جاتا ہے۔ اس راستہ پر کچھ دور چلنے کے بعد آپ کو مغرب کی سمت میں ایک اور کچّا راستہ ملے گا۔ اس راہ پر تھوڑی دور جائیں تو پہاڑیوں کے دامن سے نکلنے والا ایک بڑا نالہ درمیان میں پڑتا ہے۔ اس نالے کو عبور کر کے آپ قبلہ جانب چلے جائیں تو دور ہی سے ایک

حسین اورخوب صورت چوکھنڈی پختہ چار دیواری سے گھِری ہوئی نظر آئیگی اس کے اندر داخل ہونے کا راستہ کسی قدر وسیع اور بلند چبوترے پر واقع ہے۔اس پر چڑھ جائیں تو آپ کو روضۂ شاہِ یعقوبؒ کا باب الداخلہ ملتا ہے۔اس مقام پر پہونچتے ہی آپ کا سر از خود جھک جائے گا۔ زبان پر درود وسلام کے کلمات جاری ہو جائینگے۔حصار کے اندر داخل ہونے پر آپ کو تین زینے والا ایک وسیع چبوترہ ملے گا جس پر ایک چھ ستونی چوکھنڈی ہے۔ جہاں تین مزار ہائے مبارک ہیں۔ بیچ کا مزارِ مبارک حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؒ کا ہے۔جگر گوشہ ثانیٔ مہدیؑ کے آستانے پر آپ تھوڑی دیر بیٹھ جائیں تو انوار و تجلیاتِ الٰہی کی ایسی بارش ہونے لگتی ہے کہ آپ اس میں ڈوب جاتے ہیں۔ دنیا و مافیہا سے بے خبری ہو جاتی ہے۔ یہاں کا پُر کیف و دلاویز منظر خصوصاً بارش کے موسم میں بڑا ہی حسین اور روح افزا معلوم ہوتا ہے۔ روحانی لطافت اور قربتِ الٰہی کے جو سامان یہاں ہیں وہ شہروں اور بستیوں کی گہما گہمی میں میسر نہیں آسکتے۔اگر قلب منیب ہو تو گھنٹوں اس کیف و کیفیت میں بسر ہو جاتے ہیں۔ورنہ الٹے پاؤں ہانپتے کانپتے واپس ہونا پڑتا ہے۔ حضرت نوؔر فرماتے ہیں ؎

''روضۂ پاک کی زائر کو فضا بھاتی ہے

حسرتِ خلدِ بریں دل سے نکل جاتی ہے

مژدہ رحمت کا شب و روز صبا لاتی ہے

آنے والے کو فرشتوں کی صدا آتی ہے

بے ادب پامَنہ اینجا کہ عجب درگاہست

سجدہ گاہِ ملک و روضۂ شاہنشاہست

حظیرہ مبارک میں چوکھنڈی کے اندر شاہِ یعقوبؒ کے دونوں بازو دو فرزند آسودہ ہیں۔

سیدھے جانب حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کا مزارِ مبارک ہے جو حضرت شاہِ نصرتؒ اور شاہِ ابراہیمؒ کے پدرِ بزرگوار اور ہزاروں مہدوی خاندانوں کے پیرِ طریقت ہیں۔ بائیں جانب حضرت بندگی میاں سید اسحاق ؒ ہیں جو فرزندِ دوم اسحاقیوں کے جداعلیٰ ہیں۔ اِن دومزاروں سے لگ کر جانبِ مشرق حضرت میاسید میرانجی فرزندِ اکبر حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ اور حضرت میاں سید اللہ بخشؒ و میاں سید علیؒ فرزندانِ حضرت بندگی میاں سید اسحاق ؒ ہیں۔ جانبِ مغرب اسی قطار میں حضرت میاں خلیل محمدؒ وغیرہ ہیں۔ بڑے چبوترے سے ہٹ کر کسی قدر نیچے صحن میں شمال مشرق کی جانب دو اور خوبصورت مزار نظر آتے ہیں جو ایک علیٰحدہ چبوترے پر ہیں۔ یہ حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ پدرِ بزرگوار حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؒ اور اُن کی حرمِ محترم حضرت بوا صاحبہ بی بیؒ کے ہیں جو حضرت سید نجیؒ کی صاحبزادی ہیں۔ اس احاطے میں اور بہت سے مزاریں ملتی ہیں جن میں قابلِ ذکر میاں سید جلالؒ و میاں سید منجو ؒ ہیں۔ میاں سید جلالؒ خاندانِ یداللّٰہی کے جدِ امجد ہیں۔ حظیرہ مبارک اتنا وسیع اور پھیلا ہوا ہے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک کئی خاندانوں کے بزرگ آسودہ ہیں۔ مغرب میں حضرت میاں سید محمد تقی ؒ عرف خُزادے صاحب کا ایک چھوٹا سا احاطہ الگ ہی ہے۔ اس میں متعدد قبور ہیں۔ اِن ہی بزرگ کے ایک فرزند میاں سید امیرؒ گزرے ہیں جن کے نام سے مہدویوں میں دہائی دی جاتی ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بدمست و سرکش انسان ہو کہ حیوان، بکری صفت بن جاتا ہے۔ حضرت خُزادے صاحبؒ کے دورِ حیات میں شہنشاہ اورنگ زیب نے اورنگ آباد کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ آپکے دائرہ مبارک میں حاضر بھی ہوئے تھے لیکن دینی نقط نظر سے انہیں باریابی حاصل نہ ہوسکی۔ اور ویسے ہی بے نیل و مرام واپس ہو گئے۔ اورنگ آباد کی ریاست حیدرآباد میں شامل رہنے تک مہدوی حضرات کی

بہت زیادہ آمد ورفت جاری تھی۔ کچھ تو ملازمتوں کے سلسلہ میں جاتے آتے تھےاور کچھ اپنے نجی کاروبار کے سلسلہ میں۔ لیکن ریاستوں کی لسانی بنیاد پر تقسیم کے بعد شہر اورنگ آباد، حیدرآباد سے کسی قدر منقطع ہوگیا۔

اوراب اُس طرف اہلِ حیدرآباد کا جانا آنا کم ہوگیا ہے۔ صرف دینی اغراض کے تحت دولت آباد تک جانا ہوتو ہوتا ہے۔ ورنہ خیریت۔ ضرورت ہے کہ عرسِ مبارک کے موقع پر جو ۲۳/ ذی الحجہ کو ہوا کرتا ہے، مہدوی حضرات یہاں جمع ہوں۔

حضرت بندگی میاں سید شریف المعروف تشریفِ حقؒ

راز درون پردۂ زندان مست پُرس

کیں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را

اسرارِ الٰہی وہی لوگ سمجھتے ہیں جنہیں معرفت الٰہی حاصل ہے۔

حضرت بندگی میاں سید شریفؒ کی ولادت باسعادت کوتشریف آوری حق سے موسوم کیا جاتا ہے۔آپ کی پیدائش کے وقت حضرت سید خوندمیر صدیقِ ولایتؓ کے دائرہ معلیٰ میں کئی روز کا فاقہ تھا۔گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھی نہ تھا۔گھانس پھونس کا اجالا کر کے نومولود کو دیکھا گیا۔اور جب لڑکا ہونے کی خوشخبری ملی تو اہلِ دائرہ شاداں و فرحاں مبارک باد دینے کو آنے لگے۔حضرت صدیقِ ولایت شہ خوندمیرؓ ایسے موقعوں پر مبارکباد دینے والوں کو ''شکرانہ'' کھلاتے تھے۔آپکے ہاں شکرانہ کھلانے کے اسباب نہ تھے۔ارشادِ باری ہوا۔

''اے سید خوندمیر دائرہ توامروز سویت

ایمان بکن، تشریف آوریٔ است''

اے سید خوندمیرؓ ہماری تشریف آوری ہے آج ایمان کی سویت کیجئے۔اس بنا پر نومولود کو تشریفِ حق سے ملقّب کیا گیا،اور مبارکباد کو آنے والوں کو شربتِ ایمان پلایا گیا۔یعنی ایمان کی بشارت دی گئی۔

پیدائش و بچپن:۔

حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کی پیدائش ۹۲۶ھ کھانبیل (گجرات) میں ہوئی۔واقعۂ

قتال یعنی حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ شہادت کے بعد تمام فرزندانِ بندگی میاں حضرت بندگی میاں ملک الہداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیرِ پرورش وتربیت رہے۔ چنانچہ آپ کوئی چودہ سال تک حضرت بندگی میاں ملکؓ الہداد کی سرپرستی میں رہے۔ حضرت بندگی میاں ملکؓ الہداد کے وصال (۹۴۴ھ) کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت بندگیمیاں سید شہاب الحق ؓ کے فیضِ صحبت میں کوئی ۲۶ سال تک رہے۔ حضرت شہاب الحقؓ کی رحلت ۹۷۲ھ میں ہوئی، گواس وقت آپ کی عمرِ شریف چالیس سال سے متجاوز ہو چکی تھی۔ مگر اپنے دوسرے بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ کی صحبت سے علیحدہ رہنا آپ نے گوارانہیں فرمایا۔ کوئی سات، آٹھ سال تک حضرت سید نجیؓ کی صحبتِ فیضِ اثر میں گزرے۔ ۹۸۰ھ کے لگ بھگ جب گجرات پر مغلوں کا تسلط ہونے لگا تو حضرت سید نجیؓ نے جالور (راجستھان) کی جانب ہجرت فرمائی۔ اور اپنے بھائی کو دکن جانے کا حکم دیا۔ گو حضرت تشریفِ حق ؓ ساتھ رہنے پر مصر تھے۔ لیکن حضرت نے بہ تاکید دکن کی جانب ہجرت فرمانے حکم فرمایا۔ اسی حکم کی بنا پر آپ نے دکن کی جانب ہجرت فرمائی۔

دکن میں کچھ دنوں کے لئے حضرت بندگی میاں سید عبدالکریم نوریؒ کے دائرہ معلیٰ میں جو دولت آباد میں تھا قیام فرمایا۔ یہیں پر آپ کے بڑے فرزند میاں سید سعد اللہؒ تشریف لائے۔ یہاں سے باپ اور بیٹے دونوں نے خاندیس برہان پور کی جانب ہجرت فرمائی۔ پھر یہاں سے جلگاؤں جامود تشریف لے گئے۔ جہاں پر ۱۱/ رمضان المبارک ۹۸۸ھ کو آپ کا وصال ہوا، یہیں پر آپکا مزارِ مبارک ہے۔

شمائل وفضائل :۔

حضرت تشریفِ حقؓ اپنے بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید شہاب الحقؓ سے بہت مشابہ تھے۔

بڑے وجیہہ، طاقتور ایسے کہ مست جانور کی بھی گردن موڑ دیتے۔ ریاضت اور تقویٰ تو وراثتاً ودیعت ہوا تھا۔ کئی کئی روز فاقوں میں گزر جاتے مگر چہرۂ انور ہمیشہ منور رہتا۔ حجِ بیت اللہ کو پا پیادہ تشریف لے گئے۔ گرمی کی شدت سے پیٹھ تڑخ گئی تھی۔ اس تکلیف میں بھی ریگستانِ عرب کا سفر برابر جاری رہا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ چلتے چلتے تھک گئے۔ آگے چلنے کی توانائی باقی نہ تھی آنکھیں بند کر کے ویسے ہی بیٹھے رہے۔ دیکھتے ہیں کہ پدرِ بزرگوار یعنی سید الشہداء بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی سواریٔ مبارک آئی ہے۔ بیٹے کی پیٹھ پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا۔ ''راہِ خدا میں تم نے یہ تکلیف اُٹھائی ہے اللہ تعالیٰ بہت جلد اس کو آسان کر دے گا۔'' جونہی یہ بشارت پائی طاقت و توانائی آ گئی، اور منزل آسان ہو گئی بعض روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیقِ ولایتؓ نے آپکو اپنے گھوڑے پر سوار فرمالیا اور آنکھیں کھلی تو منزل سامنے تھی۔ (تذکرۃ الصالحین)۔

آپ جب دولت آباد میں مقیم تھے آپ کے بڑے فرزند بندگی میاں سید سعد اللہؒ دولت آباد تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ آپ ایک حجرے میں یادِ خدا میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ چپکے سے پیچھے جا کر بیٹھ گئے۔ ابھی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ معاً آپ نے فرمایا ''بوئے سعد اللہ می آید''۔ سعد اللہ کی بُو آتی ہے۔ بیٹے نے سامنے آ کر قدمبوسی فرمائی۔ باپ بیٹے میں راز و نیاز رہا۔ پھر دونوں یہاں سے روانہ ہو گئے۔ آپ کے فقر و توکل کا یہ حال تھا کہ پہننے کے لئے نعلین تک نہ تھے۔ حضرت سید سعد اللہؒ نے اپنی کٹار بازار میں بیچ کر نعلین خریدے۔ دولت آباد سے آپ نے برہان پور کا ارادہ فرمایا راستے میں ایک سرائے میں ٹھہر گئے۔ اس سرا میں بعض اُمرا اور صاحبانِ ثروت تاجر بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ نمازِ عصر کے بعد آپکا بیانِ قرآن سنا تو گرویدہ ہو گئے۔ ساتھ ہی تصدیق سے مشرف ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ برہان پور اور خاندیس کے علاقے

میں متعدد لوگ اُمرا و فقرا آپ کے مرید و معتقد تھے۔ جنہوں نے آپکا بیان سنکر حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کا شرف حاصل کیا تھا۔ آپ کے حال اور قال سے استغناء عیاں تھا۔ ایک مرتبہ کسی زمیندار نے آپ کے دائرہ میں کھانا پکوا کر بھیجا۔ لانے والے نے ''خدا رسایندہ'' کہنے کے بجائے اس زمیندار کا نام لیا۔ آپ نے سارا کھانا زمین میں دفن کروادیا۔ جب اس زمیندار کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے معذرت چاہی اور ''خدا رسایندہ'' (اللہ دیا) کہلوایا، پکے ہوئے کھانے پر دو چار روز ہو گئے تھے۔ لیکن جب دفن شدہ کھانا زمین سے نکلوایا گیا تو بالکل گرم و تازہ تھا۔ اکثر مقامات پر ہمارے گروہِ مقدسہ کے فقرائے کرام کا فاقوں سے جان دینا مروی ہے۔ چنانچہ حضرت تشریفِ حقؓ کے دائرہ میں بیسیوں کیا سینکڑوں بندگانِ خدا نے فاقوں سے جان دیدی۔ لیکن ان کا قدم قید دائرہ سے باہر نہ نکلا۔ اور نہ ہاتھ کسی کے آگے بڑھا۔ یہ تو چار سو برس پہلے کے بزرگوں کا حال تھا۔ آج بھی اس گروہ کے فقرائے کرام سوال کی حرمت پر جو ایقان رکھتے ہیں اور اس پر جس شدت سے پابند و عامل ہیں وہ دنیا کے کسی اور طبقہ میں نہ ملے گا۔ یہ تو خیر ایک جملۂ معترضہ تھا۔ بیان یہ تھا کہ حضرت تشریفِ حقؓ کے دائرہ معلیٰ میں کئی سو عاشقانِ حق نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی اور کسی نے فاقہ کشی کا گلہ نہ کیا۔ ''ہر چہ از دوست رسد نیکو است۔'' کہتے ہوئے جاں بہ حق ہو گئے۔ ایک مقام پر جہاں پر آپ کا دائرہ معلیٰ تھا۔ کوئی چھ، سات سو مردانِ خدا نے جان دے دی۔ انہیں وہیں پر سپردِ خاک کر دیا گیا۔ وہاں کے زمیندار کو جب اس کی خبر پہنچی تو اس نے حضرت تشریفِ حقؓ سے آکر شکایت کی کہ اسکی زمین کاشت کے قابل نہیں رہی۔ حضرت نے اس کو یہ اجازت دیدی کہ زمین کھود کر تمام مردوں کو نکال دے۔ چنانچہ جب اس نے زمین کا کچھ حصہ کھودا تو دیکھا کہ وہاں پر کوئی نقش نہیں۔ اس طرح دو چار مقامات دیکھنے کے بعد وہ حیرت میں پڑ گیا کہ کیا راز ہے۔ حضرت کے

روبرو جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا۔

''مردانِ راہِ خدا جنہوں نے اپنی جان راہِ خدا میں دی ہو بھلا کیونکر وہ خاک کے پیوند رہیں گے ''بندہ ازیں دست می دہد و خداوند از آں دست میگرد'' (بندہ اس ہاتھ دیتا ہے خداوندِ تعالیٰ اُس ہاتھ لیتا ہے)''۔

حضرت سید نجیؒ سے آپ کو بڑی عقیدت و محبت تھی کہتے ہیں جب آپ کا وقتِ آخر آیا تو آپ نے فرمایا.......................... ہم بھی اپنے مربی کی طرف منہ کر کے جاتے ہیں۔

(تذکرۃ الصالحین صفحہ ۱۳۹)

اولاد و احفاد:۔

حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کے تین فرزند ہوئے ہیں۔ایک حضرت میاں سید سعد اللہ غازیؒ دوسرے حضرت میاں سید عبداللطیفؒ تیسرے حضرت میاں سید عبدالوہابؒ۔ اِن ہی تین فرزندوں کی اولاد دکن کے مختلف گوشوں میں پھیلی ہوئی ہے۔اور دینِ مہدیؑ کی خدمت کر رہی ہے۔

روضۂ مبارک:۔

حضرت تشریفِ حقؒ کا روضہ و حظیرۂ مبارک جلگاؤں میں اُس شاہ راہ پر واقع ہے جو دکن سے برہان پور جاتی ہے اسکی فصیل نما عالیشان دیواریں اور یہاں کے مزارات اُس دور کے مہدوی اُمرا اور رؤسا کی عقیدت مندی و اِرداتِ دینی کا پتہ دیتی ہیں۔ کچھ دن ہوئے یہ قلعہ نما دیوار بوسیدہ ہو کر جا بجا سے منہدم ہو رہی تھی۔ میونسپلٹی نے اس کے انہدام کی نوٹس دی جس پر مہدویانِ چن پٹن و حیدر آباد متحرک ہوئے۔تعمیرِ روضہ کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔جس میں

عتیق کے معنی ہیں جسے پروانۂ بہشت مل چکا ہو۔ یہاں عتیق کے معنی قدیم کے ہیں؛ جیسے دورِ عتیق۔

حضرت مولانا سید محمود صاحب اکیلوی حضرت سید محمود مرشد میاں صاحب ، حضرت مولوی سید محمود صاحب سکندر آبادی، مولوی محمد قادر خاں صاحب صدر انجمنِ مہدویہ، مولوی سید شریف صاحب یم۔اے ، مولوی سید فضل اللہ صاحب وغیرہم شریک تھے۔اس کمیٹی کی مساعی سے ایک خطیر رقم چندہ جمع کی گئی۔ چند ارکانِ کمیٹی نے جلگاؤں تشریف لے جاکر اولاً منہدمہ مخدوش دیوار کی تعمیر کا انتظام کیا۔اس سلسلہ میں تعمیرِ روضہ مبارک کا ایک پلان تیار کیا گیا ہے۔کمیٹی کی باتصویر رپورٹیں جو اس ضمن میں شائع ہوئی ہیں وہ قابلِ ملاحظہ ہیں۔

میری دانست میں ہمارے دیگر حظیرہ جات کا تحفظ اور صیانت کے سلسلہ میں اس قسم کی اور کمیٹیاں تشکیل دی جائیں یا مرکزی ادارہ کے تحت یہ کام کیا جائے تو احسن ہوگا۔

دکن میں تشریف لانے والے بزرگوں میں تین اور بزرگ قابلِ ذکر ہیں۔جن پر دسویں صدی کے بزرگوں کا تذکرہ ختم ہوجاتا ہے۔ان میں سے ایک حضرت میراں سید عبدالحئ عرف روشن منور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت بندگی میاں سید حسینؒ ہیں۔اور دوسرے حضرت شاہِ یعقوب حسن ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندِ اکبر حضرت میاں سید اشرفؒ ہیں۔تیسرے حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ فرزندِ اکبر حضرت بندگی میاں سید شریف تشریفِ حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔اِن بزرگوں کی آمد میں کچھ تقدیم تاخیر ضرور ہے۔یہ بتلانا مشکل ہے کہ کون بزرگ پہلے آئے اور کون بعد، ان میں سے دو بزرگ سید نجی خاتم المرشدؒ کے مشکواۃِ فیض سے بہرہ ور ہیں تیسرے حضرت سید سعد اللہؒ حضرت روشن منور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید و تربیت ہیں۔یہ تینوں بزرگ ۹۶۵ھ سے ۹۹۰ھ کے درمیان دکن تشریف لے آئے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید حسینؒ

آپ کی پیدائش شمالی گجرات میں ہوئی۔ صحیح سنہِ پیدائش تو معلوم نہ ہوسکا۔ البتہ یہ مسلم ہے کہ والد بزرگوار کی رحلت کے وقت یعنی ۹۸۰ھ میں آپ کی عمر اچھی تھی۔ صاحبانِ وقائع یہ روایت کرتے ہیں کہ پدرِ بزرگوار کی نعشِ مبارک کو بھیلی میں رکھ کر تنہا بڈھاسن سے بھیلوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ بڈھاسن سے بھیلوٹ کوئی چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ ان دنوں یہ راستہ بہت ہی خطرناک اور مخدوش تھا۔ رہزنوں کا ڈر لگا ہوا تھا۔ آپ تنہا نعشِ مبارک کے ساتھ تھے۔ کہتے ہیں کہ راستہ تمام اِلا اللہ کی صدا نعشِ مبارک سے آرہی تھی۔

حضرت سید حسینؒ نے حسبِ وصیت پدرِ بزرگوار کو اپنے جدِ امجد حضرت ثانیٔ مہدیؑ کے پائینتی دفن فرمایا۔ ان دونوں بزرگانِ کرامؒ کے مزار ہائے مبارک ایسے واقع ہیں کہ والدِ بزرگوار کے قدوم کے پاس بیٹے کا سر ہے۔ دونوں مزاروں کے درمیان بس اتنی جگہ ہے کہ ایک شخص دوزانو بیٹھ سکتا ہے۔ بہ یک وقت ثانیٔ مہدیؑ جیسے پدر اور روشن منورؒ جیسے فرزند کی زیارت بڑے روحانی کیف کا موجب ہوتی ہے۔ متلاشیانِ فیضِ مہدیؑ کے لئے آج بھی ان دونو آستانوں پر بابِ رحمت کھلا نظر آتا ہے۔

حضرت روشن منورؒ نے اپنے اس اکلوتے فرزند کو حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؒ سے تلقین و مرید کرایا۔ چنانچہ حضرت سید نجیؒ کے خلفائے عالی مقام میں آپ کو شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت سید نجیؒ کی حیات ہی میں آپ دکن تشریف لے آئے ہیں۔ دکن میں سلطنت

بیجا پور اِن دنوں اپنے منازلِ عروج پر تھی ۔ یہاں پر مہدوی زُعما و اُمرا کافی تعداد میں جمع تھے۔ ایک فرزندِ مہدیؑ کی آمد ان کے لئے ہزاروں سعادتوں کا موجب بنی۔ چنانچہ آپ کی تشریف فرمائی کا سرآنکھوں سے استقبال کیا گیا۔ بیجا پور کے ایک محلے افضل پورہ میں آپ نے دائرہ قائم فرمایا اور یہیں پر وصال تک تشریف فرما رہے۔ ۲۵/جمادی الاول ۱۰۲۵ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ بیجا پور ہی میں آپ کا مزارِ مبارک ہے۔

فضائل :۔

صاحبِ تاریخِ سلیمانی آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ''میاں سید حسینؓ را مدارج عالی ومناقب متعالی بسیار اندازاں انیست کہ قدوم فیض لزوم درقبرستان می بردند وازاحوال ہر یکے خبر می دادند کہ فلاں درقبر معذب است وفلاں کس باراحت است۔

اولاد واحفاد:۔

آپ کے ایک فرزند میاں سید زین العابدینؓ حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؓ کے داماد ہیں۔ آپ کا مزارِ مبارک منچپہ ہی میں خاتمِ کار کی مزار سے ایک مزار چھوڑ کر قبلہ جانب واقع ہے۔ حضرت میاں سید زین العابدینؓ کے ایک فرزند حضرت میاں سید ابراہیمؒ گزرے ہیں۔ جن کے مناقبِ عالی کو میاں عبدالمومن مصنفِ مثنوی ''اسرارِ عشق'' نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف میں بیان کیا ہے۔ مولودِ مہدیؑ میں میاں عبدالمومن کی یہ تصنیف دکنی زبان کی شہرۂ آفاق وممتاز کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ میاں عبدالمومن کے علاوہ بیجا پور کے بیشتر مہدوی اُمرا و اعیانِ سلطنت کا دینی واسطہ حضرت میاں سید ابراہیمؒ سے تھا۔

حضرت میاں سید حسینؓ کی اولاد و احفاد میں بہت سے صاحبانِ حال وقال بزرگ

گزرے ہیں۔زوالِ بیجاپور کے بعد اس خاندان کے اکثر و بیشتر بزرگ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔اور جہاں بھی گئے دینِ مہدیؑ کی تبلیغ و اشاعت فرمائی۔کڑپہ، کرنول، چتوراور حیدرآباد وغیرہ میں اِن بزرگوں کا فیضِ دینی آج بھی جاری وساری ہے۔اس خاندان کے صاحبانِ رشد و ہدایت بزرگ حضرت ابو العائِذ مولانا سید احمد صاحب منوری و حضرت ابوالعرفان سید خوندمیر صاحب منوری آپ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات سے نسبی و روحانی طور پر وابستگی رکھتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ

(۹۳۸ھ تا ۱۰۰۷ھ)

حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ بارہ بنی اسرائیل حضرت میراں سید یعقوب حسن ولایتؒ کے فرزندِ اکبر اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایتؒ کی صاحبزادی حضرت راجِ رقیہؒ کے بطن سے ہیں۔ حضرت بندگی ملک الہدادؓ کے حضور میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ ۹۳۸ھ یا ۹۳۹ھ ہجری سنہِ پیدائش ہے۔ آپکا بچپن حضرت ملک الہدادؓ کی نظروں میں گزرا ہے۔ اور آپ حضرت بندگی ملک الہدادؓ کے بہت ہی مقبول اور منظور رہے ہیں۔ حضرت ملک خلیفہ گروہؓ کی رحلت کے وقت آپ کی عمر ۷ یا ۸ سال کی تھی۔ اس عمر میں آپ کو حضرت خلیفہ گروہؓ سے خصوصی سویت ملتی رہی ہے۔ حضرت بندگی ملکؓ کے بعد آپ کی تربیت و تلقین حضرت بندگی میاں سید شہاب الحق ؒ سے رہی ہے۔ حضرت شہاب الحق ؒ کے وصال کی بعد آپ اپنے والدِ بزرگوار حضرت بندگی میراں سید یعقوبؒ کے پاس دولت آباد آ گئے۔ پدرِ بزرگوار کے بعد کوئی پندرہ، بیس سال تک آپ دولت آباد ہی میں رہے۔ یہاں پر آپ کا دائرہ معلیٰ کاغذی پورہ میں تھا جہاں پر اب بھی مہدویہ مسجد و دائرہ آباد ہے۔ آپ کے زمانۂ قیام دولت آباد میں بعض امورِ دین میں اپنے ماموں حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ سے خط و کتابت رہی ہے۔ ماموں نے بھانجے کو ایک مکتوب تحریر فرمایا۔ اور بھانجے نے اُس کا جواب ادا فرمایا ہے۔ وہ دونوں مکتوب ملک سلیمانؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کئے ہیں۔ ان کے اقتباسات بطورِ نمونہ یہاں دیئے جاتے ہیں۔ جس سے ماموں بھانجے کی آپسی محبت اور اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔ اِن بزرگوں میں

آداب کس طرح ملحوظ رہے ہیں وہ قابلِ ملاحظہ ہیں:

ماموں اپنے بھانجے کو تحریر فرماتے ہیں:۔

''سیادت مآب سعادت اکتساب برگزیدۂ ملک الوہاب میاں سید اشرف در حفظ اللہ۔ بودہ باشند از ین فقیر سید محمود سلام وتحیت تمام ودعائے دوام میر ساند المرام آنکہ الخ (بزرگی اور سعادت کے حاصل کرنے والے اللہ کے برگزیدہ میاں سید اشرف خدا تمہیں اپنی حفاظت میں سلامت رکھے احقر سید محمود سے تمہیں دعا وسلام پہنچے، وغیرہ، وغیرہ'')

جواب میں بھانجے یعنی میاں سید اشرفؒ لکھتے ہیں:۔

''ہادی المصدقین، مرشد الطالبین، صاحب شرع والمحققین خواجۂ دنیا و دین مظہر العتیقین قدوۃ المتاخرین بندگی میاں سید نجی بر سر ما زید عمر باد بحرمت النون والصاد از ین فقیر سید اشرف سلام وافر دتحیات متکاثر بکرم قبول فرمایند ہوالعرض آں کہ۔۔۔الخ''

ترجمہ:۔ اے مصدقین کے ہادی، طالبین کے مرشد، محققین کے سردار، دین و دنیا کے خواجہ، قدماء کے مظہر متاخرین کے رہبر حضرت بندگی میاں سید نجی خدا ہمارے سر پر بدیر قائم وسلامت رکھے۔ بحق النون والصاد فقیر سید اشرف سے بے شمار سلام و بندگی قبول ہو'

دولت آباد سے اواخر دسویں یا اوائل گیارہویں صدی ہجری میں آپ نے بیجاپور کی سمت ہجرت فرمائی۔ آپ کا آخری دائرہ رائے باغ نواحی بیجاپور میں رہا۔ یہیں پر ہی آپ کا وصالِ مبارک ہوا ہے۔ انتقال کے سنہ میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ۱۰۰۷ھ بیان کرتے ہیں، بعض اس سے کچھ پہلے، اس جزوی اختلاف سے ہٹ کر یہ بات متعین ہے کہ آپ نے گیارہویں صدی کے آغاز پر رحلت فرمائی ہے۔

فضائل :۔

حضرت شاہِ یعقوبؒ کے فرزند اکبر ہونے کے ناطے سب بھائیوں میں آپ کا بڑا ادب واحترام کیا جاتا تھا۔ ایک روایت ہے کہ آپ اپنے پدرِ بزرگوار کے انتقال کے وقت دولت آباد میں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ نعشِ مبارک کو دفنانے یا مٹی ڈال دینے کے بعد آپ تشریف لے آئے۔ اور فرط محبت سے پدرِ بزرگوار کی صورت دیکھنا چاہی کسی کو آپ سے کچھ کہنے سننے کی جرأت نہ تھی۔ آپکے چھوٹے بھائی حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ نے بڑے ادب سے یہ عرض کیا" بھائی جی آپ کو ہر بات کا اختیار ہے لیکن آپ کا یہ عمل آئیندگان کے لئے تقلید بن جائے گا۔آپ نے اپنا خیال ترک فرما دیا۔

اولاد و احفاد:۔

آپ کے سب سے بڑے فرزند میاں سید میرانجیؒ آپ ہی کی حیات میں انتقال فرمائے ہیں۔ آپ کو دولت آباد ہی میں رکھا گیا ہے۔ جدِ امجد سے جانبِ مشرق حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ سے لگ کر آپ کا مرقد ہے۔ حضرت کی اولاد و احفاد میں بہت سے صاحبانِ علم و فضل بزرگ گزرے ہیں زوالِ بیجاپور کے بعد آپ کے فرزندانِ عالی مقام دکن کے مختلف گوشوں میں پھیل گئے۔ حیدرآباد سے لے کر انتہائی جنوبی علاقوں میں جو مہدوی نظر آتے ہیں وہ انہی بزرگان کی خدمتِ دینی کا نتیجہ ہے۔ ارکاٹ، ہروڑ، ترناولی اور ساحلِ ملیبار تک اِن بزرگوں کے دائرے رہے ہیں۔ اور آج بھی وہاں کے حظیرے اِن بزرگوں کی خدمتِ دین کے نشانِ راہ ہیں۔

اردو زبان میں حضرت امامنا مہدیٔ موعود کی مشہور سوانح عمری (سیرت) لکھنے والے بزرگ حضرت سید ولی سکندر آبادی اور مہدویوں کے قادر الکلام شاعر حضرت نوؔر آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

(۱،۴۔تذکرۃ الصالحین صفحہ۔۱۵۶۔۱۵۵)(۲۔تاریخِ سلیمانی گلشنِ ھشتم چمنِ چہارم)(۳۔تاریخِ سلیمانی گلشنِ ھشتم چمنِ چہارم)

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دین رحمۃ اللہ علیہ

۹۶۵ھ تا ۱۰۲۶ھ

دسویں صدی ہجری میں دکن تشریف لانے والے بزرگوں کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ ان بزرگانِ کرام کی اولاد و احفاد اور ان ہی بزرگوں کے نام لیوا دکن کے مختلف اقطاع میں پھیل کر دینِ مہدیؑ کی تبلیغ و اشاعت فرماتے رہے ہیں اور دکن اور جنوبی دکن کی تقریباً مہدوی آبادیاں ان ہی بزرگوں کے فیوض و برکاتِ روحانی سے بہرہ ور اور فیضیاب ہیں۔ دسویں صدی کے بعد اوائلِ گیارہویں صدی ہجری میں تشریف لانے والے بزرگ ایسے ہیں جن کے قدومِ سعادتِ لزوم نے سرزمینِ دکن کو ایسی سعادت اور عزتِ دینی بخشی ہے کہ آج بھی ان بزرگوں کی روحانی تجلیات سے دکن کا چپہ چپہ منور و فروزاں نظر آتا ہے۔ دکن کے تقریباً تمام صاحبِ رشد و ہدایت گھرانے ان ہی بزرگوں سے نسبی اور دینی وابستگی رکھتے ہیں یہ بزرگ حضرات سید نجی خاتم المرشدینؒ کے دو چشم و چراغ ہیں جن کے آستانوں پر جبیں سائی کرنا ہر مہدوی اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھتا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دین رحمۃ اللہ علیہ ہیں دوسرے حضرت خاتمِ کار سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان دونوں بزرگوں کو ستون ہائے دین سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ، حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی ولادت باسعادت کھانبیل میں ۹۶۵ھ میں ہوئی۔ پدرِ بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کا سِن کوئی ۲۹ یا ۳۰ سال کا تھا آپ اپنے والدِ محترم ہی کے تربیت اور فقیر ہیں۔

(۵۔صاحبِ تاریخِ سلیمانی)

حضرت سید نجیؓ کے وصال کے بعد چند سال تک آپ گجرات میں اقامت فرما رہے، بڈھاسن اورنگرہ میں آپ کا دائرہ تھا گیارہویں صدی ہجری کے اوائل میں آپ نے وہاں سے دکن کی جانب ہجرت فرمائی اور دکن میں آپ کے دائرے زیادہ تر علاقۂ مہاراشٹرا میں رہے۔شولا پور سے قریب اَکّل کوٹ میندرگی میں تشریف فرما ہونیکی کچھ روایات ملتی ہیں۔سب سے آخر میں آپ ضلع نظام آباد کے ایک موضع مدک پلی میں تشریف لے آئے۔یہیں پر ۴/رجب ۱۰۲۶ھ کو اس دارِفانی سے کوچ فرمایا آبادی سے کچھ ہٹ کر جنوبی سمت آپ کا مزارِ مبارک ایک چھوٹی سی چاردیواری میں واقع ہے۔صبح کے وقت یہاں کا سہانا سماں دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اولاد و احفاد:۔

حضرت بندگی میاں سید علیؒ کے کئی فرزند ہیں جن میں خصوصیت سے قابلِ ذکر سید عطنؒ ،حضرت سید محمودؒ اور حضرت میاں سید خوندمیرؒ ہیں ان تین بزرگوں کی آل و اولاد اوران کے جانشین دکن کے دور دراز علاقوں میں پھیل گئے اور آج بھی ان بزرگانِ کرام کی اولاد دینِ مہدیؑ کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔حضرت میاں سید عطنؒ کے فرزندان جنوبی ہند میں ہیں آپ کے ایک نبیرہ حضرت میاں سید حسینؒ مصنف تذکرۃ الصالحین اورشارحِ سراج الابصار ہیں،آپ کا حظیرہ ٹرور علاقہ مدراس میں واقع ہے اس کے علاوہ ترچنا پلی پالگھاٹ پنگوڑی جیسے دکن کے دوردراز مقامات پرتک آپ کے فرزندان پہونچ گئے ہیں۔

حضرت میاں سید محمودؒ کی اولاد میں اس وقت متعدد صاحبِ رشد و ہدایت گھرانے دکن میں موجود ہیں۔دائرۂ نوکالا ڈیرہ،ہسترہ کے دائرے آپ ہی سے وابستہ ہیں۔

حضرت میاں سید خوندمیرؒ کے ایک فرزند حضرت میاں سید یٰسینؒ گزرے ہیں جو حضرت مخصوص الزماں شاہِ نصرت رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہیں آپ کا حظیرۂ مبارک محلّہ قطبی گوڑہ

(حیدرآباد) میں واقع ہے۔اورمہدویانِ شہر کی زیارت گاہ ہے۔میاں سید خوندمیرؒ کے ایک اور فرزندحضرت میاں سید حسینؒ ہیں جنکی اولاد میں مشیرآباد کاایک نامور گھرانہ اوردائرہ چلاآرہاہے یہ حضرت فقیر سید ہاشم عرف حسّے میاں صاحب کا ہے۔آپ ہی کے بنی عم پنڈیال میں سے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ کے ساتھ دکن کی ایک اورمقدس شخصیت وابستہ آرہی ہے جن کےفیض وکرمِ روحانی سے ہزاروں بلکہ لاکھوں مہدوی بہرہ ورہورہے ہیں۔یہ حضرت شاہِ ابراہیمؒ قدس سرہ العزیز ہیں جن کا حظیرۂ مبارک بشیر پورہ (حیدرآباد) میں رُودِموسیٰ کے کنارے واقع ہے۔آپکاتفصیلی ذکرگیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں تشریف لانے والے بزرگوں کےساتھ کیاجائیگا(انشااللہ تعالیٰ)۔

فضائل:۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ کےفضائل خصوصی ہیں۔آپ کوستونِ دین کہاجاتا ہےاس کی بنیادحضرت خاتم المرشدین سید نجیؒ کا وہ فرمانِ تقدس نشان ہےجس میں آپ نے اپنے تین فرزندوں کوستون ہائے دین سے یادفرمایاہے۔آپ کےمناقبِ عالی میں کئی روایتیں منقول ہیں جن میں سےایک روایت یہاں درج کی جاتی ہے۔اس سےمہدوی بزرگوں کے منازلِ روحانی کااندازہ ہوگا؛روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ دائرہ معلیٰ میں فاقہ کی شدت ہوگئی تین روزگزرگئے بچے کچھ بےچین اوربےقرارہوگئے۔حرمِ محترم نے آپ سےعرض کیاکہ بچے بیقرارہیں دعافرمایئے کم ازکم انہیں قرارحاصل ہو یہ بات چیت ہورہی تھی کہ باہرکسی نے آواز دی اورخورد و نوش کاسامان اللہ دیاکہہ کرپہونچایا یہی سب بچوں بڑوں کوکھلایاگیا۔جب آپ سے کچھ کھانے کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا آج میرے دل میں سوال پیداہوگیا

تھااس لئے کھانا میرے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ یہ تھا مہدوی بزرگوں کا حال کہ سوال کے ارادے کو بھی اپنے توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ ''ہر چہ خواہی از خدا خواہ، نمک خواہی از خدا خواہ ، ہیزم خواہی از خدا خواہ بلکہ مخواہ۔'' بلکہ مخواہ کا جو عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے پیغمبروں کا تھا وہ اس گروہ کے بزرگوں کا رہا ہے۔

حظیرہ و روضہ:۔

مدک پلی شہرِ نظام آباد سے کوئی سات آٹھ میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ منچپہ جانیوالی سڑک سے دو چار فرلانگ اندر جانبِ مغرب چلتے جائیں تو آپ کو گاؤں کی آبادی ملے گی اسی آبادی کے سرے پر ایک پختہ مسجد اور اس کے بیوتات ملتے ہیں۔ یہی مہدوی دائرہ ہے یہاں کی قدیم مسجد کو سکندر آباد کے ایک صاحب خیر الحاج شیخ محمد صاحب سوداگر نے تعمیر کروایا ہے اس مسجد سے جنوب میں کوئی تین چار فرلانگ کے فاصلے پر روضۂ مبارک ملتا ہے جو ایک چھوٹی سی چار دیواری سے محصور ہے، حصار کے اندر ایک وسیع چبوترہ ہے جس پر متعدد قبور واقع ہیں، بڑا مزار حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ کا ہے جس کو حال ہی میں جدید وضع پر مسقّف کیا گیا ہے۔ یہ نیو ڈیزائن چوکھنڈی جہاں سائبان کا کام دیتی ہے وہاں مزارِ مبارک پر طیور اور پرندوں کی نشست گاہ بن گئی ہے جس کی وجہ مزارین صاف نہیں رہتی ہیں ہمارے بزرگوں کے مزار کھلے رہنے کا راز یہیں پر سمجھ میں آتا ہے۔ جنگلوں میں آبادی سے دور مزاروں کو کوئی صاف کرتا ہے نہ دیکھ بھال ہوسکتی ہے اس لئے مسقّف کرنے سے کھلا رہنا ہی قرینِ صواب ہے یہ تو خیر ایک ظاہری بات تھی لیکن اس سے قطعِ نظر یہاں کا باطنی کیف دلاویزی یہاں کا پرسکون ماحول ایک مضطر اور منتشر قلبِ انسان کے لئے روحانی ٹانک کا کام دیتا ہے۔ یہاں کی پُر امن زندگی ہر طالبِ سکون کے لئے ایک گوشۂ عافیت ہے۔ آپ جوں ہی اس نواح

میں داخل ہونگے آپ کو مہدوی بزرگوں کی سیدھی سادھی اور بے تکلف زندگیوں کے نمونے آنکھوں کے سامنے پھر جائیں گے   آج بھی ان کے مرقد ہائے نورانی دیکھ کر ان کی مقدس صورتیں تکلفات سے دور جہاں عُجب وریا کا کوئی شائبہ بھی نہو آپ کی نظروں میں کھیلنے لگیں گی، زبان پر درود وسلام کے کلمات جاری ہو جائیں گے دکن میں مہدویوں کی یہ مقدس زیارت گاہ ساڑھے تین سو سال سے زائد عرصہ سے مرجعِ عقیدت و ماوائے ارادت بنی ہوئی ہے۔ حضرت منورؒ فرماتے ہیں۔

''علیؒ جی کا طوافِ روضۂ اطہر میسر ہو
کروں دارین کا مقصد رواں نورِ محمدؒ سے''

یہ شعر مجھے کب سمجھ آیا آخر میں بیان کروں گا۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

۹۶۷ھ تا ۱۰۳۱ھ

حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ کی ذاتِ اقدس منبعِ فیضِ روحانی اور مرکزِ ہدایتِ ربانی رہی ہے، دکن کے اکثر و بیشتر صاحبانِ ارشاد گھرانے آپ ہی کی ذاتِ گرامی سے دینی وابستگی رکھتے ہیں آپ کو خاتمِ کار اور حاکم الزماں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ کی ولادت باسعادت کھانبیل علاقہ گجرات میں ہوئی سنہِ ولادت ۹۶۷ھ ہے، آپ حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ سے دو، تین برس چھوٹے ہیں آپ اپنے پدرِ عالی مقام کے چوتھے فرزند، والدِ بزرگوار ہی کے مرید و فقیر ہیں باپ ہی کی صحبت میں رہے ہیں۔ حضرت سید نجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے چند دنوں بعد آپ گجرات سے ہجرت فرما کر دکن تشریف لے آئے کچھ دنوں تک آپ دولت آباد میں اپنے بہنوئی حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ بارہ بنی اسرائیل کے پاس تشریف فرما رہے پھر یہاں سے دہاراسیون (عثمان آباد) تشریف لے گئے، دہاراسیون یہ علاقہ اُن دنوں سلطنتِ نظام شاہیہ کے ایک امیر درویش محمد کی جاگیر میں تھا۔ نواب کو حضرت سے ارادت اور عقیدت تھی دہاراسیون میں حضرت خاتمِ کارؒ کا دائرہ تقریباً بیس، پچیس سال رہا، نواب درویش محمد نے اسی عقیدتِ دینی کے تحت اپنی لڑکی آپ کے فرزند میاں سید عیسیٰؒ سے بیاہی ہے۔

دہاراسیون کے علاوہ دکن کے بعض اور مقامات پر بھی آپ کا قیام رہا ہے لیکن بہت ہی قلیل

المدت کارہا، گنجوٹی (ضلع گلبرگہ شریف) اودگیر ضلع بیدر، اورکوٹگیر (ضلع نظام آباد) میں آپ کے اقامت فرما ہونیکا ذکر کتبِ تواریخ میں ہے، سب سے آخر میں آپ کا دائرہ منچپہ (نظام آباد) میں رہا یہیں پر آپ نے ۱۷/ محرم ۱۰۳۰ھ کو وصال فرمایا منچپہ ہی میں آپ کا مزارِ مبارک واقع ہے آپ کے منچپہ تشریف لانے کی نسبت یہ روایت چلی آرہی ہے کہ آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید علیؒ ستونِ دین رحمۃ اللہ علیہ سے جو مدک پلی میں تشریف فرما تھے، ملنے کا ارادہ فرما کر نکلے راستہ میں یہ خبر ملی کہ حضرت سید علی ستونِ دینؒ کا وصال ہوگیا تو آپ منچپہ میں ٹھہر گئے غرض سرزمینِ منچپہ کو آپ کے قدومِ سعادت لزوم کی برکت حاصل ہونی تھی ہوئی۔

دہاراسیون سے حضرت خاتمِ کارؒ کے ہجرت کرنے کا منظر بعض راویوں نے جو بیان کیا ہے بہت ہی اثر انگیز اور دلچسپ ہے کہتے ہیں کہ آپ ڈولی میں تشریف فرما تھے اور ڈولی کو آپ کے جلیل القدر خلفاء و فقرا اٹھائے ہوئے چل رہے تھے نورانی صورت خلفاء کو ڈولی اُٹھائے ہوئے چلتے دیکھ کر راہرو بڑے استعجاب سے پوچھتے تھے ''آخر یہ کون گروہ ہے جن کی سیوا ایسے لوگ کررہے ہیں۔''

منچپہ کا دائرہ فقر و توکل کے اعتبار سے بہت عالیت اور عزیمت کا حامل رہا ہے کہتے ہیں صرف فقرا ہی اس دائرہ میں رہتے تھے کاسبین کو دائرہ کے اندر رہنے کی اجازت نہ تھی۔

فضائل و خصوصیات:۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ اپنے والدِ بزرگوار کے بڑے منظور نظر اور چہیتے فرزند تھے۔ آخری وقت آپ نے انہیں یہ بشارت سنائی ''نورو بھائی آخر بندہ تجھ میں ہے'' یوں تو آپ کے مناقبِ عالی میں کئی روایتیں منقول ہیں یہاں پر مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق چند بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت سید نجیؒ اپنے اس فرزند کی نسبت فرماتے ہیں ''سید نور محمدؒ چنداں آتش عشق در باطن خود دارند کہ عجیب است حجرہ شاں سوختہ نمیشود۔'' سید نور محمدؒ اپنے اندر ایسی عشق کی آگ رکھتے ہیں کہ تعجب ہے کہ ان کا حجرہ جل کیوں نہیں جاتا''۔ ۱

بندگی میاں سید یوسفؒ فرماتے ہیں۔ ''میاں سید نور محمدؒ در راہِ دین یکدم دو یدند ہیچ جائے سستی نہ کردند۔'' میاں سید نور محمدؒ دین کے راستے میں ایسے دوڑے کہ کہیں ٹھہرے نہیں اور نہ کبھی سستی فرمائی۔'' ۲

حضرت شاہِ قاسمؒ فرماتے ہیں۔ ''حق تعالیٰ میاں ماموں را داشتہ است برائے نمودن دینِ مہدیؑ وگرنہ مامی پداشتم انچہ مامی کنیم ہمیں دین مہدیؑ است۔'' خدائے تعالیٰ نے میاں ماموں کو اس لئے رکھا ہے کہ ہم لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ دینِ مہدیؑ کیا ہے وگرنہ ہم جو کر رہے ہیں اسی کو دین سمجھتے۔'' ۳

امورِ دین میں حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ کی ذاتِ گرامی حاکم الزماں ہے آپ کی ذاتِ اقدس اپنے دور کی صاحبِ فضل شخصیت رہی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راہِ دین پر چلانے ہاتھ میں کوڑا اُٹھا رکھا ہے جہاں کوئی غلطی یا لغزش سرزد ہوئی بس کوڑا پڑا، بیٹے ،خلیفے اور فقرا سب کے ساتھ ایک برتاؤ ہے، آپ نے دین میں کبھی تساہل اور تغافل کو روا نہیں رکھا۔ جہاں آئینِ فقیری کے خلاف کوئی بات دیکھی فوراً تنبیہ کر دی بلکہ بعض وقت دائرہ سے باہر کر دیا گیا۔ ''ہر کہ بر عمل سست یک مرتبہ مرتکب گشت ہیچ ملاحظہ ادنا دیدہ بار داشت ہیچ باز دارندہ ناپسندیدہ دست اُو گرفتہ از حفظ و حمایت دائرہ معلائے خود بدر کردند۔''

جہاں کسی کے عمل میں سستی یا ناپسندیدگی دیکھی گئی تو بغیر کسی رعایت کے ہاتھ پکڑ کر دائرہ سے باہر کر دیا گیا۔ ۴

''در دائرہ آنحضرت جز عالیت وتقویٰ حالی وقولی وفعلی نبود و در دائرہ معلیٰ ہمہ خورد و کلاں تارک الدنیا بودند و درمیاں ہیچ یکے کاسب نبود و در خانہ ہیچ یکے جنس گاؤ و میش یا غنم یا چیزے بروئیدگی کہ ہداں امید نفع باشد نیز نبود بہ سمع رسیدہ است کسے دبہ یار تاریدن معنی کشت چوں آنحضرت را معلوم شد براو راز جر کردہ از بیخ برمی کشانند۔'' ۵؎

ترجمہ:۔حضرت کے دائرہ معلیٰ میں بجز عالیت اور تقویٰ حالی، قولی اور فعلی کے اور کوئی بات نہ تھی دائرہ میں تمام فقرا رہتے تھے کسی کو کسبِ معاش کی اجازت نہ تھی اور نہ کسی کو کوئی جانور از قسم گائے ،بھینس یا بکری پالنے یا کسی بارآور درخت لگانے کی اجازت تھی۔ایک روایت یہ سنی گئی ہے کہ اہلِ دائرہ میں سے کسی نے کدو یا انار بویا تھا جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو اکھڑ وادیا۔

خُلَفائے گرامی:۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ کے دس خلفائے گرامی ہیں جن میں سے تین خلفاء ایسے ہیں کہ جن کے فیض سے گروہِ مہدویہ کے تقریباً سب اہلِ طریقت گھرانے بہرہ مند ہیں وہ تین خلفاء یہ ہیں:۔

حضرت بندگی میاں سید عالمؒ فرزند حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؓ۔

آپ خلیفہ اول ہیں آپ کو فانی فی اللہ باقی باللہ سے یاد کیا جاتا ہے آپ سے بہرہ رکھنے والے دو خاندان دکن میں کافی مشہور و معروف ہیں ایک اہلِ میندرگی دوسرے اہلِ اکیلی ان صاحبانِ رشد و ہدایت گھرانوں کے توسط سے حیدرآباد ، میسور کرناٹک ، مہاراشٹرا کی بیشتر مہدوی آبادیاں دینِ مہدیؑ سے مشرف و فیضیاب ہیں، دوسرے پرنبڈہ ،ظہیرآباد، اکل کوٹ،

میندرگی، بلگام، دیشنور، پاچھاپور وغیرہ کے مہدوی بھی انہی گھرانوں سے دینی توسل رکھتے ہیں۔آپ کے تفصیلی حالات علیحدہ پیش کئے جائیں گے۔

حضرت شاہِ قاسمؒ:۔

حضرت شاہِ قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ مبارک دکن کے مہدویوں کے لئے کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کو مجتہدِ گروہ سے یاد کیا جاتا ہے آپ سے دینی واسطہ رکھنے والے بیشمار گھرانے شمالی ہند اور دکن میں موجود ہیں، راجستھان، جۓ پور، نبوانہ برار، ایلچپور، مانوی اور حیدرآباد کے متعدد دائرے اور مجتہدی خاندان کے صاحبانِ رشد وہدایت گھرانے آپ ہی کی ذاتِ فیض گستر سے دینی ونسبی وابستگی رکھتے ہیں۔تفصیل متعاقب پیش کی جائیگی۔

حضرت شاہِ نصرتؒ:۔

آپ کی ذاتِ فیض مآب سے دکن کے کثیر التعداد سادات گھرانے اور اہلِ طریقت خانوادے وابستہ چلے آرہے ہیں،آپ کو مخصوص الزماں سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔آپ کی ذاتِ گرامی سے دینی وابستگی وتعلق رکھنے والے گھرانوں میں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر سجادگانِ دائرہ چنچلگوڑہ، اپل گوڑہ اور یداللّٰہی خاندان کے بزرگ ہیں اس کے علاوہ گنگاوتی، کرنول، کڑپہ وغیرہ کے بعض اہلِ طریقت گھرانے بھی آپ ہی سے وابستہ ہیں اس طرح پوری قوم کے رشد وہدایت اور اربابِ طریقت گھرانوں کا حساب لگایا جائے تو تقریباً ۷۵% فیصد گھرانے حضرت خاتمِ کارسید نور محمدؒ کی ذاتِ قدسی صفات سے اپنی دینی وابستگی رکھتے ہیں غرض کہ آپ کی

صاحبِ فضل شخصیت سے عقیدت اور ارادتِ دینی لابدی ہے۔

اولاد و احفاد:۔

حضرت خاتمِ کار رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بیوی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا ہیں ان کے انتقال کے بعد بہت دنوں تک آپ نے کوئی عقد نہیں فرمایا۔ بڑے بھائی بندگی میاں سید میرانؓ کے اصرار پر دوبارہ حضرت تاج محمدؓ کی صاحبزادی بی بی آجے صاحبہؓ سے رشتۂ مناکحت فرمایا جن سے آپ کے ۵ فرزند اور ۴ دختر ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بی بیؒ خاں نامی ایک بیوہ سے نکاح فرمایا تھا جو حضرت کی بڑی منظورِ نظر رہی ہیں انہیں حضرت کی مشتِ خاک کی بڑی آرزو تھی۔ آرزو اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت ہی کہ حضور میں بمقام اودگیر انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

فرزندوں میں سب سے بڑے حضرت میاں سید احمدؓ ہیں جو اہلِ میندرگی کے جدِ اعلیٰ ہیں دوسرے حضرت میاں سید عیسیٰؓ اہلِ اکیلی کے جدِ امجد ہیں تیسرے میاں سید عبدالحیؒ اور چوتھے میاں سید عبدالقادرؒ پانچویں میاں سید مبارک سید نجیؒ چھٹے میاں سید عثمانؓ رحمہم اللہ ہیں۔

ان فرزندوں کے منجملہ تین فرزندوں کی اولاد اس وقت بلادِ دکن میں موجود ہے اہلِ میندرگی اور اکیلی کے صاحبانِ ارشاد گھرانے اور ساداتِ چریال ان ہی بزرگوں سے نسبت رکھتے ہیں۔

حظیرۂ مبارک:۔

شہر نظام آباد سے کوئی ۱۱ (گیارہ) میل جنوب مشرقی جانب منچپہ نامی ایک موضع واقع ہے جو کسی زمانے میں اس ضلع کے شکارگاہوں میں کافی شہرت رکھتا تھا عہدہ دار اور اعیانِ سلطنت اس وادی میں شکار کرتے تھے اسی مشغلے کے تحت تالاب سے لگ کر اونچے ٹیلہ پر ایک بنگلہ تعمیر کیا گیا ہے جس کا منظر نہایت ہی خوشنما اور پُر فضا ہے، یہ ساٹھ سالہ عمارت ہزاروں شکاریوں کی تفریح

گاہ رہی ہے۔ حیدرآباد سے نظام آباد جانیوالی شاہراہ پر ۲ / ۱۰۳ سنگ میل سے ایک سڑک اس ڈاگ بنگلے تک جاتی ہے آجکل تو نظام آباد سے اس بنگلے تک بس سرویس بھی جاری ہے۔ ڈاگ بنگلہ کے سامنے جانبِ جنوب ایک چھوٹا سا راستہ جنگل میں جاتا ہےاس راستہ پر ایک دوفرلانگ اندر چلے جائیں تو تالاب کے دامن میں پہونچ جاتے ہیں۔ تالاب کے مشرقی کنارے آپ کو ایک سنگ بستہ چاردیواری نظر آئے گی جس کا راستہ جانبِ مشرق ہے یہ مقام بڑا ہی پُرجلال و جبروت ہے اندر داخل ہوتے ہوئے انسان مرعوب ہو جاتا ہے۔ باب الداخلہ پہونچنے پر سر ازخود جھک جاتے ہیں اندر ایک وسیع سنگ بستہ چبوترہ دوڈھائی فٹ بلند واقع ہے جس پر پتھر کی چندمزاریں ہیں ان میں سے ایک مزار کسی قدر بلند اور نمایاں ہےاس کو دیکھ کر آپ کا دل ازخود کہہ اُٹھے گا کہ یہی صاحبِ حظیرہ کا مزارِ مبارک ہے۔ چندسال ہوئے بعض مقامی حضرات نے اس پر سمنٹ کانکریٹ کی ایک چھت تعمیر کی ہے جوکسی نہ کسی وجہ سے اب تک مکمل نہیں ہوسکی ہے چبوترے پر قبور کی دوقطاریں ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر بی بی الہٰ دَتی بنتِ میاں سید یوسفؒ حضرت میاں سید زین العابدینؒ داماد اور حضرت میاں سید عبدالحیؒ ، میاں سید عیسیٰؒ اور میاں سید عبدالقادر فرزندان وغیرہ ہیں اس طرح چبوترہ پر کوئی دس قبریں ملتی ہیں۔ چبوترے سے نیچے جانبِ شمال مشرق حضرت میاں سید عثمانؒ فرزند اور ان کی اہلیہ ہیں چاردیواری کے احاطے میں بعض اور پختہ قبور بھی ہیں جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اُمرائے گولکنڈہ کی ہیں جوتازہ میتیں حیدرآباد سے لے جائی گئی تھیں۔ واللہ اعلم بالصواب.

روضۂ مبارک پر پہونچ کر حضرت شہ نصرتؒ کا یہ شعر آپ پڑھ لیں تو جو کیفیت طاری ہوگی اس کا اندازہ اس پر عمل کے بعد ہی ہوسکیگا۔

’’کتا تیرے دوار کا تو تیا میرا ناؤں   دُھت دُھت کہے تو باؤلا تت کہے تو آوں‘‘

ترجمہ:۔ تیرے دوار کا کتا ہوں میرا نام توتیا ہے۔ اگر تُو دُھتکارے تو دیوانہ ہو جاؤں گا اور پچکارے تو نزدیک ہو جاؤں گا۔

تصرفات:۔

ہمارے ان بزرگوں کے تصرفات اور احوال بہت زیادہ بصیرت افروز اور قابلِ ذکر ہیں اس سلسلے میں اگر اپنے آنکھوں دیکھے حال یا ذاتی واقعات ہی کو پیش کروں تو یہ بات بے محل نہ ہوگی۔

کوئی تیس برس سے اوپر کی بات ہے جب پہلی بار مجھے حیدرآباد سے ضلع پر جانا پڑا تو سکرٹریٹ میں ہونے کے اعتبار سے مجھے یہ (choice) دیا گیا تھا کہ اپنی پسند کا ضلع منتخب کر لوں میں نے حضرت قبلہ گاہی سے (پیرومرشد حضرت سید عبدالحئ عرف شاہ صاحب میاں صاحب) سے اس کا ذکر کیا، چھوٹتے ہی آپ نے فرمایا ''اجی کریم شاہ میاں نظام آباد جاؤ'' مجھے نظام آباد کی دینی اہمیت کی کچھ خبر نہ تھی ہاں اتنا ضرور معلوم تھا کہ مدک پلی منچپہ نظام آباد ہی میں واقع ہیں کبھی کبھار یہاں زیارتوں کے لئے جانے کے تذکرے ہمارے گھروں میں ہوتے تھے لیکن ان مقامات کی جو عظمت و تقدیس دینی نقطہ نظر سے مہدویوں کے پاس ہے یا ہونی چاہئے اس سے مجھے پوری طرح آگاہی نہ تھی اور نہ دین کو ساتھ لئے ہوئے زندگی بسر کرنے کا کوئی صحیح اندازہ اس وقت تھا میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ حیدرآباد سے قریب کوئی مقام ملجائے اور بس!

نظام آباد، محبوب نگر اور سنگاریڈی یہ سب مقامات حیدرآباد سے قریب ہی ہیں غرض میں نے اپنے ڈپٹی سکرٹری سے صرف یہ کہدینا مناسب سمجھا کہ حیدرآباد سے قریب کسی ضلع پر بھیج دیجئے

قطعیت کے ساتھ کسی مقام کا تعین نہیں کیا دفتر نے میرے لئے محبوب نگر تجویز کیا جب یہ واقعہ میں حضرت قبلہ گاہی سے بیان کیا تو آپ نے ایک پُر اثر انداز میں یہ فرمایا ''نہیں جی نظام آباد جاؤ'' دفتر سے یہ کاروائی سکرٹریٹ کے پاس چلی گئی تھی اس کو واپس لینا یا کچھ کہنا میرے بس کی بات نہ تھی سکرٹری کے پاس جب مثل پیش ہوئی تو انہوں نے اپنے قلم سے میرے لئے نظام آباد تجویز کیا۔غرض اس طرح حضرت قبلہ گاہی کے ارشاد کے مطابق سرزمینِ نظام آباد کئی برسوں کے لئے میری ملازمت کے سلسلے میں مقدر ہوگئی۔میرے زمانۂ قیامِ نظام آباد میں حضرت قبلہ گاہی تین چار ماہ میں ایک آدھ بار نظام آباد تشریف لاتے کچھ دن قیام رہتا اور اپنے دورانِ قیام مدک پلی منچپہ بالضرور تشریف لے جاتے ان دنوں میں بس سرویس کی سہولت نہ تھی۔کسی خصوصی سواری، کھاچر یا ٹانگہ کا انتظام کرنا پڑتا، کبھی کبھار موٹر مل جاتی تھی۔اکثر اوقات آمد و رفت میں تقریباً پورا دن گزر جاتا۔ان مقامات پر جانے کے بعد حضرت قبلہ گاہی کو جو دلی مسرت حاصل ہوتی وہ میرے بیان سے باہر ہے بے حد محظوظ ہوتے اور بڑے ہی والہانہ انداز میں حضرت منورؒ کا یہ شعر پڑھتے۔

''علیؒ جی کا طوافِ روضۂ اطہر میسر ہو کروں دارین کے مقصد رواں نورِ محمدؓ سے''

ثانی مصرعہ یوں ہی سُن لیتا بہت کم غور کرتا۔غرض حضرت قبلہ گاہی اپنی مسرت کا اظہار جس مشفقانہ انداز میں مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے وہ بھلایا نہیں جا سکتا۔الغرض اس سرزمین پر جا کر اور پھر ان فیض گسترانِ ولایت کی بارگاہوں پر حاضری دیتے رہنے کا جو صلہ یا صدقہ مجھے نصیب ہوا اس کے بیان کرنے کے بجائے صرف یہ کہہ دینا بہت کافی ہے؛

''لاکھ دینے کا ایک دینا ہے دلِ بے مدعا دیا تُو نے''

دین کے چوکھٹے میں اپنی زندگی کو بٹھانے کی توفیق حاصل ہوئی اور جو لطف اور کیف میسر آنے لگا

اوراس میں جوسکون اوراطمینان حاصل ہوتا چلا گیا وہ دولت کا انبار جوڑنے یا زرو جائداد کے پیدا کرنے میں نہیں ہوتا مختصر یہ کہ زروسیم کی خواہش دل سے جاتی رہی ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ داراور بڑے سے بڑے دولت مند سے آنکھیں جھینپتی نہ تھیں پولیس ایکشن کا قیامت خیز زمانہ گزر گیا دل میں ذرا بھی جھجک اور پست ہمتی نہ آئی یہ سب کیا تھا؟ یہ تصرف تھا ستون ہائے دینؒ کے پاس حاضری دینے کا۔''

''دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں دوچار دن رہا تھا جواُن کی نگاہ میں''

اس سے بہتر ایک اور مثالی زندگی میرے نزدیک اپلگوڑہ کے ایک شریف الخاندان فرد کی ہے۔ یہ تھے سید شریف صاحب مرحوم۔کوئی پچاس برس کے لگ بھگ کا زمانہ ہوگا مرحوم اپنی غربت وعسرت کوساتھ لئے ہوئے اپل گوڑہ سے نکل کر نظام آباد میں آبسے اور پھر ان ستون ہائے دینؒ کے آستانوں سے وابستہ ہوکر اپنی ساری زندگی گزاردی اس وابستگی کا جوصلہ انہیں ملا بظاہر وہ قابلِ ذکر ہے باطن کا معاملہ تو خدا ہی جانتا ہے، انہوں نے نظام آباد ضلع میں جنگلات کی مستاجری شروع کی مدک پلی سے دوتین میل مشرق میں شاہ راہ پر چوبینہ کا ڈپو قائم کیا اور نظام آباد میں رہنے کے لئے ایک اچھا سا دومنزلہ مکان بنالیا ان کا شمار نہ بڑے زمینداروں میں تھا اور نہ دولت مند مستاجروں میں اوسط زندگی تھی البتہ دین کا دامن تھامے ہوئے ستون ہائے دینؒ کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہوئے زندگی بسر کررہے تھے۔ ہر سال عرس کے موقع پر اپنی طرف سے تمام زائرین کوکھانا کھلاتے خود اپنے ہاتھ سے پکاتے جومزا اِن کے پکائے ہوئے پلاؤ میں آتا تھا وہ شاید و باید ہی ملا، مہمانوں کی ضیافت دل کھولکر کرتے فقرا کے ساتھ حسب موقعہ سلوک مسلوک کرتے ہفتہ میں ایک دومرتبہ زیارتوں کے لئے جاتے بالعموم چار پانچ حضرات ان کے ہمراہ رہتے ان سب کا کھانا انہی کے ذمہ ہوتا، گاہے ماہے مجھے بھی ان کے

ساتھ زیارتوں کو جانے کا اتفاق ہوتا تھا واپسی میں ہم سبھوں کو بغیر کھلائے چھوڑتے نہ تھے دن گزر گئے بات یاد رہ گئی ان کا سانولا رنگ چہرے پر سیاہ گرد داڑھی اوسط قد سر پر سلک کا شملہ ٹویٹ کی شیروانی دوہرا پائجامہ، پاؤں میں پمپ شوز کاندھے پر کبھی رومال کبھی عربی سیلا غرض ان کا سراپا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جو ایک گونہ دینی عظمت اور وقار کا حامل تھا۔ گو زیادہ پڑھے لکھے آدمی نہ تھے لیکن طبیعت میں شائستگی اور بردباری تھی گفتگو میں بڑی سنجیدگی اور متانت تھی۔ مختصر یہ کہ ان کی دینداری اور عقیدت کام آئی۔ سات آٹھ سال ہوئے اپنی زندگی کی آخری سانس اسی دیار میں لی اور مدک پلی کے حظیرے میں مدفون ہوئے حضرت منوّر کے اس شعر کا مطلب اب سمجھ میں آیا۔

"علیؒ جی کا طوافِ روضۂ اطہر میسر ہو کروں دارین کے مقصد رواں نورِ محمدؒ سے"

ان کے اکلوتے فرزند جن کا نام انہوں نے نورِ محمد رکھا ہے گریجویٹ ہو چکے ہیں غالباً اب اپنے باپ کے کاروبار سنبھال رہے ہیں خداوندِ تعالیٰ انہیں اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ان بزرگوں کے تصرفات برابر دکھائی دے رہے ہیں ذرا آنکھ کھولکر دیکھیں تو بہت سی باتیں سمجھ میں آتی ہیں؛ **لکم فی الارضِ آیاتِ للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون ۔**

حضرت بندگی میاں سید سعداللہ غازیؒ

حضرت بندگی میاں سید سعداللہ غازیؒ کی ولادت علاقہ گجرات میں کھانبیل یا اس کے گرد و نواح میں ہوئی آپ حضرت تشریف الحقؒ کے بڑے فرزند ہیں سنہِ ولادت تو معلوم نہیں لیکن قرائن سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ۹۵۰ھ سے کچھ آگے پیچھے پیدا ہوئے ہیں آپ حضرت بندگی میراں سید عبدالحیٔ المخاطب روشن منور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تربیت و مرید ہیں جب آپ اپنے تایا حضرت بندگی میاں سید شہاب الحقؒ کے مرید ہونے آئے تو فرمایا ''چچا باوا مجھے آپ کی ذات سے عقیدت و محبت ہے تلقین فرمائیے''۔ حضرت شہاب الحقؒ نے ارشاد فرمایا ''بابا مجھے جس ذات سے عقیدت ہے ان کے یہاں تلقین کے لئے بھیجتا ہوں'' یہ کہکر آپ نے انہیں حضرت روشن منورؒ کی خدمت میں روانہ فرمایا جہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد حضرت شہاب الحقؒ اور حضرت خاتم المرشدینؒ کی صحبتوں میں برسوں گزارے ہیں جب حضرت تشریفِ حقؒ دکن تشریف لے آئے تو کچھ دنوں بعد آپ بھی اپنے والدِ ماجد کے پاس دولت آباد آگئے یہاں سے خاندیس برہان پور تشریف لے گئے ہیں ۹۸۸ھ ہجری میں حضرت تشریفِ حقؒ نے جل گاؤں میں رحلت فرمائی۔ پدرِ بزرگوار کے انتقال کے کچھ بعد آپ جل گاؤں سے ہجرت فرما کر بیجاپور تشریف لے آئے اور یہاں محلّہ افضل پورہ میں اپنا دائرہ قائم فرمایا۔ بیجاپور میں آپ کا قیام عرصہ دراز تک رہا آپ کا انتقال ۱۰۲۴ھ میں ہوا ہے بعض بیان کرتے ہیں کہ بیجاپور اور اس کے اطراف و نواح میں آپ کے وعظ و بیان کی کافی شہرت تھی

کہتے ہیں ہزاروں بندگانِ خدا آپ کے بیانِ قرآن کو سن کر تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔

فضائل ۔ صاحبِ تاریخ سلیمانی لکھتے ہیں:۔

''میاں سید سعد اللہؒ راحق تعالیٰ ذہن وقار وفراست بے شمار وشجاعت بکمال عطا کردہ بود واحدی راطاقت نبود آنحضرت بہ ابحاث پردازد''

ترجمہ:۔ خدائے تعالیٰ نے میاں سید سعد اللہؒ کو کمالِ ذہن بردباری فراست اور شجاعت عطا کیا تھا کسی شخص کی طاقت نہ ہوتی تھی کہ آپ سے مباحثہ کرے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پادشاہِ بیجاپور نے اپنے اُمرا اور علما سے کہا کہ کوئی عالم ایسا نہیں ہے کہ حضرت سعد اللہؒ کو اپنے علم سے منوالے ان میں سے ایک عالم بختر خاں نامی کی جو شامت آئی تو اس نے کہا حضور میں سعد اللہؒ صاحب کو منوا سکتا ہوں کیونکہ وہ بھی گجراتی ہیں اور میں بھی گجرات الاصل ہوں ہم دونوں ایک دوسرے سے واقف ہیں حکم ہو تو میں ان سے بحث کروں یہ کہکر وہ دائرۂ مبارک آیا اس کے ہمراہ دربار کے کچھ اور لوگ بھی تھے بحث شروع ہوئی اس کی حجت تھی کہ جب کہ موسیٰؑ جیسے پیغمبر کو دیدارِ خدا نہوسکا تو بھلا دوسروں کو کیسے دیدار ہوسکتا ہے۔ کچھ دیر بعد جب اسکے باپ دادا کا ذکر شروع ہوا تو اُس نے انہیں صاحبِ حال اور خدا بین لوگوں سے بتلانا شروع کیا حضرت سید سعد اللہؒ کو اس پر غصہ آگیا اور فرمایا کہ ارے کم اصل تو ابھی کہہ رہا تھا کہ موسیٰؑ تو دیدار کی آرزو میں مرگئے پھر تیرے آبا واجداد کیسے خدا بین ہو گئے؟ .... اب اس نے عاجزی شروع کی بالآخر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور معاف کرنے کی درخواست کی۔ دربارِ شاہی کے جو لوگ اس کے ہمراہ آئے تھے انہوں نے سب تماشا دیکھا اور سارا حال بادشاہ سے بیان کیا بختر خاں بہت ہی نادم اور شرمندہ ہو گیا۔ غرض اس عہد کے تمام علما اور فضلا حضرت میاں سید سعد اللہؒ سے ڈرتے تھے اور آپ سے بحث

مباحثے کی جرأت نہ کرتے تھے۔

حضرت میاں سید سعد اللہ غازیؒ اپنی شجاعت اور بہادری میں یکتائے روزگار تھے متعدد معاندِ علمائے گجرات جو مہدویوں کے درپئے آزار تھے آپ کے دستِ مبارک سے کیفرِ کردار کو پہونچے ہیں کہتے ہیں کوئی سترہ اٹھارہ معاندین کو آپ نے ٹھکانے لگایا ہے غرض آپ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کے بڑے مقبول و منظور رہے ہیں ۔ چنانچہ حضرت تشریفِ حق ؒ کے انتقال پر حضرت سید نجیؒ نے جو خط حضرت میاں سید سعد اللہ ؒ کو ارقام فرمایا ہے وہ بھائیوں کی آپسی مودت و محبت کا پتہ دیتا ہے تحریر فرماتے ہیں:۔

’’برادرعزیز بھائی سید سعد اللہ بجائے بھائی سید شریف تشریف اللہ اعنی مقبول ہر دو جہانی تو بحضور مہدی و میاں سید خوندمیر سرخرو شود تو در فرزنداں لائق و فاضل است از جانب سید محمود بن میاں سید خوندمیر از مقام جالور سلام و دعا بعد از مدعا آں کہ خبر وفات سید تشریف اللہ شنیدم بسیار درد و اندوہ شد یقین دانید سید محمود وفات یافت و تشریف اللہ پدر شما ہستند ۔ انشا اللہ تعالیٰ انچہ سویت باشد برسانم بندہ را لازم بود کہ آنجا آمدہ تعزیت کردہ اما ملکِ دکن دور دراز است از فقیر آمدن و رفتن دشوار است خوب بھائی را دلاسا کنید ۔

چہل روپیہ رسانیدہ ام ۔ دہ روپیہ دستار من ترا است دہ روپیہ و جامہ لطف اللہ بدہید دہ روپیہ و پائے جامہ و کفش سید عبدالوہاب برخوردارے را دہندہ و دہ روپیہ فقیران را سویت کردہ بدہند ہمہ حاضرانِ مجلس سلام پرسد والدعا۔‘‘

ترجمہ:۔ برادرِ عزیز میاں سید سعد اللہ لائق و مقبولِ ربِّ دو جہاں خداوندِ تعالیٰ تجھے مہدیؑ اور میاںؒ کے حضور میں سرخرو کرے تو سب بچوں میں لائق و فاضل ہے۔ سید محمود بن میاں سید خوندمیرؒ کی طرف سے سلام و دعا معلوم ہو کہ جالور میں سید تشریف اللہ کی وفات کی خبر سن کر بے

حد رنج وملال ہوا یقین جانو کہ سید محمود وفات پائے اور تمہارے پدر تشریف اللہ زندہ ہیں انشا اللہ تعالیٰ سویت میں جو کچھ تمہارا حصہ ہوگا پہونچایا جائے گا۔ بندہ کے لئے یہ لازم تھا کہ وہاں آ کر پُرسہ دیتا لیکن دکن بہت دور ہے فقیر کا وہاں تک آنا جانا دشوار ہے خوب بھائی کو میری طرف سے پُرسہ دیجیو۔

چالیس روپیہ روانہ کئے جاتے ہیں دس روپیہ اور دستار تمہارے لئے ہیں دس روپیہ اور جامہ لطف اللہ کے لئے دس روپیہ پائجامہ وجوتے سید عبدالوہاب کے لئے باقی دس روپیہ تمام فقرا میں تقسیم کر دیئے جائیں تمام حاضرینِ مجلس کو سلام پہونچے والدعا۔

حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ کے ایک فرزند میاں سید راج محمدؒ بیجاپور کے ممتاز صاحبانِ رشد و ہدایت بزرگوں سے گزرے ہیں۔ آپ حضرت خاتمِ کار میاں سید نور محمدؒ کے خلیفہ ہیں۔ سلطان بیجاپور ابراہیم عادل شاہ کو آپ سے عقیدت تھی اس کو اُس کی بیٹی کے انتقال پر آپ نے تلقین صبر فرمائی۔ حضرت میاں سید راجِ محمدؒ کے فرزندان سقوطِ بیجاپور کے بعد مختلف اقطاعِ دکن میں پھیل گئے۔ اور خدمتِ دین کرتے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک گھرانہ جو خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے وہ حضرت مولانا ابوسعید سید محمود تشریف اللّٰہی کا ہے۔ (ماخوذ از تاریخِ سلیمانی جلد دوم گلشنِ ہفتم چمن دوم)

دسویں صدی ہجری کے وسط سے سلطنتِ نظام شاہیہ کے زیرِ اثر علاقے خصوصاً احمد نگر اور دولت آباد مہدوی بزرگوں سے بھرپور آباد ہو گئے یہ سعادت ان علاقوں کو کوئی اَسی نوے سال تک رہی ۹۴۰ھ ہجری سے ۱۰۴۰ھ ہجری تک دکن میں مہدوی بزرگوں کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہا کوئی نصف صدی تک احمد نگر اور دولت آباد میں مہدویہ اکابرین کی اکثریت رہی اس کے بعد سلاطینِ عادل شاہیہ اور قطب شاہیہ کے علاقوں کی باری آئی یک ہزار ہجری کے لگ

بھگ بعض بزرگ بیجا پور میں رونق افروز ہو چکے تھے اور بعضوں نے قلمرو قطب شاہیہ کو اپنے قدوم میمنتِ لزوم سے برکت دی تھی، اس طرح دسویں صدی کے اواخر میں نظام شاہی سلطنت میں اور گیارہویں صدی کے اواخر میں عادل شاہی دارلحکومتوں اور اُن کے زیرِ نگیں علاقوں میں مہدویہ دائرے کثرت سے قائم اور آباد ہو گئے۔ چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ سلطنتِ عادل شاہیہ کے پایہ تخت بیجا پور اور اس کے نواحی علاقوں کو حضرت میاں سید حسین رحمۃ اللہ علیہ (ابن حضرت روشن منور رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت میاں سید اشرفؒ، حضرت میاں سید ابراہیمؒ حضرت ،میاں سید محمودؒ اور حضرت میاں سید مصطفیٰؒ (ابنانِ حضرت شاہِ یعقوب حسن ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت میاں سید سعد اللہ غاریؒ (ابن حضرت تشریفِ حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جیسی برگزیدہ شخصیتوں کے وجود اور ان کے دائروں کے قیام کی عزت حاصل تھی اور ان بزرگوں کا بیانِ قرآن سن کر ہزاروں بندگانِ خدا دینِ مہدیؑ کو قبول کر لئے تھے۔

اسی قلمرو قطب شاہیہ کے متعدد مقامات پر مہدویہ دائروں کے چراغ فروزاں ہو چکے تھے اور مہدویوں کی پاک زندگی کی شہرت عام تام ہونے لگی تھی اسی طرح گولکنڈہ اور اس کے نواح میں بھی ہزاروں مہدوی آباد ہو گئے تھے ان میں فقرا اُمرا صاحبانِ ارشاد و صاحبانِ اقتدار ان کے متوسلین ،غرض سبھی ان دائروں میں شریک اور موجود تھے ان دائروں کی زندگی دنیا کے لئے حیاتِ اسلامی کا ایک بہترین نمونہ تھی۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ اور حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؒ (جن کا ذکر پچھلے صفحات پر کیا جا چکا ہے) کے وصال کے بعد ان بزرگوں کے خلفائے کرام اور فرزندانِ گرامی نے دکن ہی کی طرف رُخ فرمایا۔ دولت آباد جس کو اب تک مہدویوں کی مرکزیت حاصل تھی وہ اب باقی نہیں رہی اس کے بجائے گولکنڈہ اور بیجا پور کے علاقے مہدویوں کے

مرکزی مقامات بن گئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مستعد پورہ، دائرۂ اچھا میاں بشیر پورہ، حسین ساگر، چنچل گوڑہ، ٹوٹہ گوڑہ وغیرہ میں مہدویہ دائرے اپنی پوری آب وتاب سے نظر آتے ہیں۔ یہی حال بیجاپور اور اس کے نواح کا تھا، سقوطِ بیجاپور تک مہدویہ دائرے پوری شانِ اسلامیت کے ساتھ مامور وَ آباد تھے۔ گولکنڈہ یا شہر حیدرآباد میں جن بزرگوں کی آمد ہوئی ہے ان میں خصوصیت سے قابلِ ذکر خاتمِ کار حضرت نور محمدؒ کے دو خلفاء گرامی حضرت شاہِ قاسمؒ و حضرت شاہِ نصرتؒ اور ایک فرزند حضرت میاں عیسیٰؒ ہیں (ان ہی بزرگوں کا فیض دکن کے تمام صاحبِ ارشاد گھرانوں میں جاری وساری ہے) ان سے ہٹ کر بھی دو تین بزرگ ایسے بھی ہیں جن کا ذکر تاریخی اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے۔ یہ حضرت میاں سید عبدالکریم نوریؒ، حضرت میاں داؤد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں سید راجِ محمد رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ چونکہ یہ تینوں بزرگ حضرت شاہِ قاسمؒ اور شاہِ نصرتؒ اور حضرت میاں سید عیسیٰؒ سے پیشتر یہاں تشریف لائے ہیں اس لئے ان کے تذکروں کو تقدیم دی جاتی ہے۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالکریم نوریؒ

حضرت میاں سید عبدالکریم نوریؒ فرزند ہیں حضرت میاں سید عبداللطیف نوریؒ کے جو کہ (خلیفہ حضرت شاہِ دلاورؓ) کے نورِ نظر اور حضرت بندگی میاں سید عبدالمجید نورنوشؓ کے نبیرہ ہیں اور حضرت بندگی میاں سید عبدالکریم نوریؒ کی نسبت یہ روایت ہے کہ آپ کا دائرہ قلعہ گولکنڈہ کے قریب مستعد پورہ میں تھا، آپ کے فرزندان، خدمت گار اور متوسلین سلطنتِ گولکنڈہ میں مناصبِ عالیہ پر فائز تھے عمائدینِ سلطنت کے پیر ہونے کے ناطے آپ کا کافی اثر و وقار تھا بعض معاندین کی وجہ سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ مستعد پورہ میں ایک خبیث صفت شیخ رہتا تھا جو حضرت مہدی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتا تھا، بعض لوگوں کے ذریعہ جب اس کی اطلاع حضرت میاں سید عبدالکریم نوریؒ کو پہونچی تو آپ نے اپنے خادم کے ذریعہ اس کے منہ میں غلاظت بھروادی کسی کو مجال نہ تھی کہ اس شخص کو جو اس کام پر متعین تھا روک سکے۔ اس واقعہ کے بعد معاندین نے موقع پاکر آپ کو جبکہ ذکر میں بیٹھے ہوئے تھے شہید کردیا اس شہادت کا تفصیلی حال کچھ صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکا صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہزار پر ساٹھ اور ستر ہجری کے درمیان آپ کی شہادت ہوئی آپ کا مزارِ مبارک قلعہ گولکنڈہ کے راستہ میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہے۔ جو نورگھاٹ سے مشہور ہے۔ اس پہاڑی کے ایک حصے میں ایک چھوٹا سا حظیرہ ہے جس میں متعدد سنگ بستہ قبور ہیں صاحبِ حظیرہ کی مزار پر ایک چوکھنڈی ہے اور اطراف فرشی کی گئی ہے اس چوکھنڈی پر ایک کتبہ نصب ہے جس میں آپ کی تاریخ وصال

۱۹۴۱ھ لکھی گئی ہے دراصل یہ تاریخ حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ کی شہادت کا سنہ ہے غلطی سے یہاں لکھ دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں سلطنتِ گولکنڈہ کے اکثر اکابرین اور عمائدین یہاں پر مدفون ہوئے ہیں حظیرہ سے باہر ایک وسیع چبوترہ ہے جس پر نواب بھیکو میاں کی قبر ہے جو اہلِ کھنڈیلہ سے ہیں یہ آصفجاہی دور کے اُمرائے عظام سے تھے۔

نور گھاٹ کا حظیرہ کافی بلندی پر واقع ہے یہاں سے قلعہ گولکنڈہ سامنے رہتا ہے اور شہر کی ہر نمایاں عمارت زیرِ نظر رہتی ہے پہاڑی پر ایک چھوٹی سی مسجد بھی کسی دور میں بنادی گئی ہے ایک چشمہ بھی ہے، آج سے پچاس ساٹھ سال قبل حیدرآباد کے زائرین کا یہ مرکز تھا، ہر مہینے دو مہینے میں زائرین کی ٹکڑیاں اس پہاڑی پر تمام دن صرف کرتیں، کھاتیں پکاتیں تفریح اور زیارت، غرض دونوں باتیں میسر تھیں، اب یہ پارٹیاں تو باقی نہیں رہی ہیں البتہ زائرین جاتے آتے رہتے ہیں۔ پہاڑی پر چڑھنے کا راستہ کسی قدر ناہموار ہو گیا ہے۔

نور گھاٹ کی اراضی نواب محمد امیر علی خاں صاحب سابق صوبیدار نے ایک فوجی عہدہ دار سے حاصل فرمائی ہے۔ پہاڑی کے دامن میں ایک قدیم مسجد اور وسیع اراضی موجود ہے کہتے ہیں کہ یہ مسجد حضرت میاں سید عبدالکریم نوریؒ ہی کی ہے اس مسجد کو آباد کرنے کا صاحبِ ممدوح کو خیال تھا اس مسجد کے اطراف آپ نے کوئی دو ہزار گز اراضی مختص و محفوظ فرمادی ہے۔

حضرت بندگی میاں داوٗد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں داوٗد رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہیں حضرت میاں سید عبدالطیف نوریؒ کے گویا آپ میاں سید عبدالکریم نوریؒ کے ہم عصر اور ہم صحبت ہیں آپ کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا، کہتے ہیں کہ حضرت میاں داوٗدؒ، حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؒ کی تشریف آوری سے قبل یہاں آ گئے تھے آپ میاں سید عبدالکریم نوریؒ کے ساتھ آئے یا ان سے کچھ آگے پیچھے، کچھ صحیح طور پر بتایا نہیں جا سکتا البتہ یہ بات مسلم ہے کہ حضرت شاہِ قاسمؒ کی دکن میں تشریف آوری سے قبل آپ کی رحلت ہو چکی تھی۔ آپ کا دائرہ مشیر آباد میں تھا، کہا جاتا ہے کہ حضرت میاں داوٗدؒ ہندی زبان کے اچھے شاعر تھے آپ نے ثبوتِ مہدیؑ میں ایک منظوم رسالہ لکھا ہے آپ کا مزارِ مبارک ایک چھوٹی سے پہاڑی پر ہے جو آج بھی میاں داوٗدؒ کی پہاڑی کہلاتی ہے محلّہ باکارام سے ایک کچا راستہ بازار سے ہوتے ہوئے مغرب کی سمت میں جاتا ہے اس راستہ سے تھوڑی دور جانے کے بعد ایک چھوٹی سی چڑھائی ملے گی جہاں اب مکانات بن گئے ہیں ان ہی مکانات کے درمیان میں اس پہاڑی کا راستہ ہے کسی زمانے میں جبکہ اطراف واکناف میں مکانات نہیں تھے اس پہاڑی کا منظر بہت ہی روح پرور اور دلکش تھا۔ زائرین خصوصاً عورتیں اس پہاڑی پر اپنا وقت گزارتیں تھیں پہاڑی کا حظیرہ محصور ہے یہاں چند مخصوص خاندان دفن ہوتے ہیں جمعرات کے روز زائرین برابر جاتے رہتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید راجِ محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بندگی میاں سید راجِ محمدؒ کی والدہ محترمہ بی بی امۃ السلامؒ پہلی بی بی ہیں جو دکن تشریف لائی ہیں۔ آپ بندگی میاں سید شہاب الحقؓ کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ آپ حضرت بندگی میاں سید شریف محمدؒ سے بیاہی گئیں، میاں شریف محمدؒ اور ان کے برادر میاں عزیز محمدؒ دسویں صدی کے اواخر یا اوائلِ گیارہویں صدی میں بیجاپور آئے، وہیں پر ان دونوں بزرگوں کا وصال ہوا ہے، غالباً حضرت شریف محمدؒ کی رحلت کے بعد حضرت بی بی امۃ السلامؒ اپنے صاحبزادے کے ساتھ حیدرآباد دکن آ گئی ہیں۔ حضرت میاں راجِ محمدؒ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں ہے، یہیں پر آپ کی والدہ واصلِ حق ہوئی ہیں آپ کے انتقال کی صحیح تاریخ وسنہ تو نہیں معلوم البتہ بلا شک وشبہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت بی بی امۃ السلامؒ کے دفن کے بعد ہی سے حظیرہ چنچل گوڑہ کی بِنا پڑی ہے حضرت راجِ محمدؒ کا انتقال صفر ۱۰۶۸ھ میں ہوا، آپ کا مزارِ مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے بازو ہے، یہ حظیرہ حیدرآباد کے بلند ترین مقامات میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے یہاں کھڑے ہو جائیں تو سارا شہر سامنے نظر آتا ہے عام طور پر یہ حظیرہ شہیدوں کے حظیرے سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ۱۲۳۴ھ میں چنچل گوڑہ کی لڑائی ہوئی جس کو شہادتِ چنچل گوڑہ سے موسوم کیا جاتا ہے یہ واقعہ شہادتِ مہدویہ تاریخ کی ایک رنگین داستان ہے۔ پچاس سے زائد بزرگ جن میں سادات، افاغنہ، شیوخ اور دیگر حضرات شامل ہیں شہید ہوئے ہیں۔ تقریباً تمام شہید اسی حظیرے میں مدفون ہیں اس لحاظ سے یہ شہیدوں کا حظیرہ مشہور ہو گیا ہے،

حال ہی میں اربابِ ملت کی حُسنِ توجہ سے اس حظیرہ کی توسیع عمل میں آئی ہے شمال مشرق جانب کی اراضی کا پرمٹ اسٹیٹ سے حاصل کر کے اس میں شامل کر لی گئی ہے، کئی خاندانوں کے ہڈواڑ قائم ہو سکے ہیں۔

حیدرآباد دکن میں حضرت شاہِ قاسمؒ اور شاہِ نصرتؒ کی تشریف آوری کو تاریخِ مہدویہ کے ایک درخشاں باب کے آغاز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ دینِ مہدیؑ کے یہ ستارے آسمانِ دکن پر ایسے طلوع ہوئے کہ ان کی روشنی سے سوادِ دکن پورا روشن و منور ہو گیا۔ سچ پوچھئیے تو ان ہی بزرگوں کے روحانی تصرفات اور برکات کی بدولت آج بھی مہدوی سرزمینِ دکن میں باعزت با وقار زندگی گزار رہے ہیں، دکن کی مہدویہ تاریخ کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلیگا کہ گزشتہ کئی صدیوں سے مہدوی زندگی کے ہر شعبہ میں آگے آگے رہے ہیں، جب سیف وسِنان کا دور تھا تو مہدویوں کی تلوار کا لوہا سب ہی مانتے تھے ساتھ ہی ساتھ ان کی بامنزلت وفا شعاری، ان کی حق گوئی اور اظہار دین میں ان کی بے باکی ضرب المثل تھی جہاں تقویٰ و پرہیز گاری میں ان کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی تھی وہیں ان کی صولت اور شجاعت کے فسانے نہایت تابناک تھے، ایک طرف ان کے دائرے خدا بین فقرا سے معمور تھے تو دوسری طرف ان کے اُمرا کی دیوڑھیاں شان وشکوہ کی مظہر تھیں۔ اس دور کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ مہدوی اُمرا اور اعیانِ سلطنت اپنے فقرا اور مرشدین سے غیر معمولی عقیدت اور والہانہ محبت رکھتے تھے، ان کے ایک اشارہ پر اپنی جان بھی نذر کر دیتے ان کے حکم کے بغیر کوئی کام خواہ دینی ہو کہ دنیاوی انجام نہیں پا سکتا تھا، ان بزرگوں کا ارشاد ان کے لئے حکمِ دین رکھتا تھا، ہر رئیس اپنے علاقے میں ایک صاحبِ دائرہ کا قیام ضروری سمجھتا تھا ہر کام پر وہ اپنے دینی بزرگوں کو ساتھ لئے ہوئے جاتے تھے غرض ان کی رہبری کے لئے ان کے فقرا اور مرشدین کا طبقہ برابر ان کے ساتھ رہتا تھا۔

گیارہویں صدی کے تقریباً وسط تک دولت آباد کی فوجی مرکزیت برقرار رہی ، مہدویہ بزرگوں کے دائرے بھی اس نواح میں کثرت سے تھے ۱۰۳۵ھ میں ملک عنبر کی وفات دولت آباد کے سیاسی انقلاب کا باعث بنی تو یہاں کی فوجی مرکزیت یا چھاؤنی جس میں متعدد مہدوی اُمرا اور سپہ دار رہتے تھے برقرار نہ رہ سکی، بعض اُمرانے گولکنڈہ اور بیجاپور کی سمت رُخ کیا، نتیجۃً مہدوی بزرگوں کے دائرے بھی اُٹھ گئے ،حضرت شاہِ قاسمؒ نے دولت آباد سے منچپہ کی جانب ہجرت فرمائی ،سلطنتِ قطب شاہیہ کے ایک امیر نواب ناصر محمد خاں کو حضرت شاہِ قاسمؒ سے کمال کی ارادت وعقیدت تھی ان کی استدعا پر آپ منچپہ سے نکل کر گولکنڈہ پہنچے اور محلّہ حسین ساگر میں اپنا دائرہ قائم فرمایا یہ وہی دائرۂ حسین ساگر ہے جو بعد میں مشیر آباد کے نام سے مشہور ہوا، دائرۂ حسین ساگر تاریخِ مہدویہ میں اپنا خاص مقام رکھتا ہے، حسین ساگر تشریف لانے کے بعد آپ دوڈھائی سال تک بقیدِ حیات رہے بعض کے نزدیک آپ کا قیام صرف چھ ماہ رہا ہے، بہرحال یہی دائرہ حسین ساگر ہے جو ساڑھے تین سو سال سے آباد ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہِ قاسم مجتہد گروہ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش و بچپن :۔

حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؓ کے تیسرے فرزند حضرت بندگی میاں سید یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نورِ نظر سید نجی خاتم المرشدینؓ کی دخترِ نیک اختر حضرت بواصاحبہ بی بیؓ کے لختِ جگر اور حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؓ کے منظور و مبشر حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؓ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کے پوتے کے پوتے اور نواسے کے نواسے ہیں، آپ حضرت مہدی علیہ السلام سے پانچویں پشت پر آتے ہیں آپ کی ولادت با سعادت ۹۸۹ھ میں کھانبیل (گجرات) یا اس کے قرب و جوار میں ہوئی، شہ قاسم المجتہد میں آپ کی تاریخِ ولادت نکلتی ہے، بچپن کے چھ سات سال حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ کی نگاہِ معرفت نواز میں بسر ہوئے اس کے بعد پدرِ عالی قدر کی صحبتِ بافیض میں زندگی کی کوئی تیس منزلیں طے فرمائیں، والدِ بزرگوار کے انتقال کے وقت آپ کا سن شریف ۳۷ سال تھا پدرِ بزرگوار کے وصال کے بعد حضرت خاتمِ کار سید نور محمدؓ کی صحبتِ اقدس میں کوئی چھ سال رہے جہاں پر مجتہد گروہ کے لقب سے سرفراز ہوئے، ایک خصوصی بات یہ ہے کہ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ اور حضرت خاتمِ کارؓ یعنی نانا اور ماموں کی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں آپ کو ان دونوں بزرگوں کی صحبتِ بافیض میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے۔

حالاتِ زندگی:۔

آپ کا رشتۂ مناکحت بیجاپور کے ایک نامور رئیس اعظم خاں کی صاحبزادی چاند خانصاحبہ بی بیؒ سے ہوا، اس وقت آپ کی عمر کوئی بیس سال تھی، شادی کے چار سال تک آپ بیجاپور میں رہے چوبیسویں سال میں ترکِ دنیا فرما کر اپنے پدرِ عالی قدر کے حضور میں دولت آباد واپس ہو گئے اور آخری دم تک والدِ محترم سے جدا نہ ہوئے، پدرِ محترم کے انتقال کے بعد دہاراسیون تشریف لائے، ان دنوں حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؒ کا دائرۂ مبارک دہاراسیون میں تھا، جب آپ نے دہاراسیون جانے کا قصد فرمایا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے پوچھا کہ ''قاسم جی تم کو اپنے جنن ہار (والدِ محترم) سے کیا کم ملا ہے جو تم دہاراسیون جانا چاہتے ہو'' اس پر حضرت شاہِ قاسمؒ نے فرمایا ماںجی اس وقت ماموں میاں کی ذات صاحبِ فضل ہے اور اگر کل روزِ محشر خداوندِ تعالیٰ مجھ سے یہ پوچھے کہ صاحبِ فضل رہتے ہوئے تُو نے اُن کی صحبت کیوں نہ اختیار کی تو میں کیا جواب دے سکوں گا۔ ماموں میاں کے پاس میرا حاضر ہونا بہت ضروری ہے''۔ غرض آپ حضرت خاتمِ کارؒ کے حضور میں دولت آباد سے دہاراسیون تشریف لائے ماموں نے بھانجے کو سینے سے لگا لیا اہلِ دین نے دیکھا کہ اس سینے میں جو تھا وہ اس سینے میں آ لگا۔ کوئی چھ سال تک فیضِ صحبت سے مستفیض ہوتے رہے۔

علم و فضل:۔

حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ خود صاحبِ علم و فضل بزرگ تھے ''مطلع الولایت'' آپ ہی کی تالیف ہے حضرت نے اپنے اس فرزند کی تعلیم و تربیت میں خاص توجہ فرمائی، علمِ معرفت کے ساتھ ساتھ علومِ متداولہ کے حصول کا موقع دیا اپنے فرزند کے علمی تبحر کے نظر کرتے پدرِ بزرگوار

نے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ ''شاہِ قاسم جی میں تم میں وہ آثار پاتا ہوں جو تمہیں مجتہد کے درجے تک لیجانے والے ہیں'' صاحبِ تاریخِ سلیمانی لکھتے ہیں کہ باہر کے علما بھی اکثر آپ سے مسائلِ فقہی حل کرنے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے حضرت شاہِ قاسمؒ کی جو تصانیف اس وقت قومِ مہدویہ میں دائرو سائر ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

(۱) مجمع الآیات۔(۲) خطاب بہ قومِ مہدیؑ ۔ (۳) دلیل المتین۔(۴) اسامی المصدقین۔(۵) تصدیق الآیات (۶) شفا المومنین۔(۷) ماہیت التقلید۔(۸) میزان العقائد۔(۹) صلوٰۃ الیلۃ القدر۔(۱۰) القسطاس المستقیم۔(۱۱) معدن الادب۔(۱۲) صحبتِ صادقین۔(۱۳) جامع الاصول (۱۴) تکمیل الایمان۔(۱۵) محکمات۔(۱۶) لطمہ المصدقین۔(۱۷) فضیلتِ افضل القوم۔(۱۸) ام الدلائل۔(۱۹) نور العیون۔(۲۰) افضل المعجزات المہدیؑ۔(۲۱) محضر العلما مذکورہ بالا تصانیف کا اردو ترجمہ حضرت سید دلاور گورے میاں صاحبؒ اوران کے فرزند و جانشین حضرت مولانا سید خدا بخش رشدی صاحب نے فرما کر دارالاشاعت کتب مہدویہ سے شائع کروایا ہے۔

اجتہادِ دین:۔

حضرت مجتہد گروہؒ کے فضائل وخصوصیات کے تحت صرف یہ کہہ دینا بہت کافی ہے کہ آپ حضرت امامنؑا سے نسبتِ ذاتی رکھتے ہیں، جہاں ایک طرف حضرت ثانیٔ مہدیؑ کے پڑپوتے ہیں وہیں حضرت شاہِ خوندمیرؓ کے پڑنواسے ہوتے ہیں اس نسبتی خصوصیت کے علاوہ مہدویوں میں مجتہد گروہ کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اس لقب کے تعلق سے ایک روایت قوم میں یوں مشہور ہے کہ حضرت خاتمِ کارنور محمدؒ بالعموم نماز صبح اول وقت ادا فرماتے تھے ایک روز صبح کا مطلع ابھی صاف نہیں ہوا تھا اور سجدہ گاہ صاف نظر نہ آتی تھی اس موقع پر حضرت شاہِ قاسمؒ نے اپنی

سفید چادر سامنے بچھا دی جگہ صاف نظر آنے لگی مرشد بہت خوش ہو گئے اور فرمایا کیوں نہو مجتہد ہے اور اس وقت سے آپ کو مجتہد کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ اس واقعہ کو حضرت منورؒ نے یوں ادا فرمایا ہے۔

''ایک دن صحبتِ مرشد میں بہ پیشِ محراب
سجدہ گاہ شب کے اندھیرے میں ہوئی تھی نایاب
آپ نے اُٹھ کے بچھا دی ایک براقِ ثیاب
قبلۂ نورِ محمدؒ نے یہ فرمایا خطاب
مجتہد سید قاسمؒ ہے کیا مسئلہ حل''

آپ کی ذاتِ اقدس منبع و سرچشمہ علم و دین و معرفت ہے آپ نے متعدد کُتب و رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ ان سے آپکی شانِ مجتہدانہ ظاہر ہوتی ہے۔ ان رسائل پر گفتگو صاحبانِ علم و فضل ہی کر سکتے ہیں۔

شانِ توکل:۔

جہاں حضرت شاہِ قاسم مجتہد و گروہؒ کے خدمت گار میں سینکڑوں اُمرا اور اعیانِ سلطنت رہے ہیں وہیں آپ کے توکل اور بے نیازی کی ایک شان نظر آتی ہے۔ دنیا میں ایسی نظیریں کم ملیں گی۔ ایک مرتبہ دائرہ میں سخت فاقہ پڑا جب فقرا مضطر ہو گئے تو اس وقت آپ نے تدبیرِ قُوت کی اجازت دیدی اور وہ جنگل کی طرف نکل گئے تھے، ایسے میں بادشاہِ وقت کے پاس سے کچھ فتوح آ گئی، آپ نے اس کو یہ کہہ کر واپس فرما دیا کہ ہم لوگ آج متوکل نہیں ہیں اس واقعہ کو

ایک بند میں حضرت منورؒ نے اس طرح قلمبند فرمایا ہے:۔

''سبزی چننے کو گئے تھے سوئے صحرا وہ جناب
نذر بھیجا تھا اسی دن قطبِ شاہِ زرِّ ناب
نہ لیا آپ نے وہ نقد دیا ان کو جواب
آج ہم قُوت کی تدبیر میں نکلے ہیں شتاب
دو لیجا کر انہیں درویش جو ہیں متوکل''

آپ کے پاس زر وَ خاک برابر تھے قیمتی سے قیمتی لباس زیب تن فرما کر جھونپڑیوں کے درست کرنے کیچڑ ملانے کے کام میں تامل نہ ہوتا تھا تمام اہلِ دائرہ کے ساتھ کام کرتے تھے۔

تصرفات:۔

بالعموم ہمارے بزرگانِ کرام نے کرامات سے اجتناب فرمایا ہے لیکن بعض موقعوں پر ان کے تصرفات ظاہر ہو گئے ہیں۔ یوں تو شاہِ قاسمؒ مجتہد گروہ کے تصرفات آج بھی دکھائی دیتے ہیں لیکن آپ کی حیاتِ طیبہ کے بعض واقعات کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ دائرہ کے کسی فقیر کو کسی جوگی نے ناریل بھر کر اکسیر دی تھی یہ ان کے پاس رکھی ہوئی تھی ایک روز حضرت شاہِ قاسمؒ نے اس فقیر سے فرمایا بھائی ذرا کلوخِ استنجا لا دو (یعنی طہارت کا ڈھیلہ) وہ تلاش کرنے لگے جس مٹی کے ڈھیلہ پر ہاتھ ڈالتے وہ سونا نظر آتا، بہتر تلاش کیا مگر ڈھیلہ نہ ملا۔ جب کسی قدر دیر ہوگئی تو حضرت نے فرمایا' بھائی اتنی دیر کیوں کی تو انہوں نے کہا، خوندکار ڈھیلہ کہیں بھی نہیں ہے، آپ نے پوچھا، تو پھر کیا ہے، جواب ملا، یہاں ہر طرف سونے کے ڈھیلے پاتا ہوں، اس پر آپ نے فرمایا، ایسی چیز جو طہارت کے کام نہ آسکے اس کی خواہش ایک فقیر کے لئے زیبا نہیں اس پر وہ

فقیر بہت شرمندہ ہوئے توبہ کی اور اکسیر سے بھرا ہوا ناریل باولی میں ڈالدیا، یہ تھا ایک ادنیٰ تصرف حضرت شاہِ قاسمؓ کا، اس قسم کے تصرفات ہمارے بزرگوں کی طرف سے گاہے ماہے ہو جاتے ہیں مگر چونکہ حضرت امامناؑ نے کرامت کو ملامت فرمایا ہے۔ اور اس قسم کی کرامتوں سے گروہِ مقدسہ کو محفوظ رکھنے کی دعا فرمائی ہے اس لئے عام طور پر ان کا اظہار نہیں ہوتا، بجز خاص صورتوں کے۔

اولاد و احفاد:۔

حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؓ کی اولاد واحفاد میں متعدد صاحبانِ رشد و ہدایت گھرانے دکن، براراور راجستھان وغیرہ میں موجود ہیں، اور ہزاروں مہدوی ان سے بہرہ مند و فیضیاب ہوتے چلے آرہے ہیں۔

خُلَفائے کرام:۔

حضرتؓ کے خلفاء میں کوئی دس بارہ بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر حضرت میاں سید یعقوبؓ (فرزندِ اکبر) حضرت میاں سید نجم الدینؓ، حضرت میاں سید شاہ محمدؓ اور میاں علی باگؓ ہیں، ایک جوگی مسلمان ہوئے تھے انہیں بھی آپ کے فقرا کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کا نام محمد صاحبؓ رکھا گیا تھا روضہ مُبارک کے راستہ میں انکی قبر ہے۔

ا۔ حضرت میاں سید یعقوبؓ فرزندِ اکبر ہیں آپ شاہِ قاسمؓ کے روضۂ مبارک سے لگ کر متصل جانبِ مشرق آسودہ ہیں، اس دور میں آپ کی شخصیت بہت نمایاں تھی۔

۲۔ حضرت میاں سید نجم الدینؓ اہلِ دائرۂ کلاں، دائرہ نو، ہسترہ وکالا ڈیرہ اور راجستھان

کے تمام دائروں کے پیرومرشد ہیں، آپ حضرت میاں سید منجو ابن حضرت میاں سید خوندمیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں افاغنہ کی ایک بہت بڑی جماعت آپ ہی کے دستِ مبارک پر تصدیق سے مشرف ہوئی، راجستھان میں آپ کی شخصیت صاحبِ فضل گنی جاتی ہےاور آج تک بھی آپ کی دہائی دی جاتی ہے،آپ کا مزارِ مبارک تگریہ جئے پور میں ہے۔

۳۔حضرت شاہ محمدؒ حضرت میاں سید اللہ بخشؒ ابن حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ (بارہ بنی اسرائیل) کے فرزند ہیں، دکن کے متعدد خاندانوں کے آپ پیرِ طریقت ہیں،آپ بیجاپور میں مدفون ہیں (تفصیلی حالات کسی اور موقعہ پر پیش کئے جائیں گے)۔

۴۔حضرت میاں علی باگؒ، آپ بھی بڑے صاحبِ حال بزرگ گزرے ہیں،آپ کا مزارِ مبارک اوسہ عثمان آباد میں ہے آپ حضرت میاں سید یداللہ بڑے شاہ میاں صاحبؒ کے پیر ہیں۔

روضۂ مبارک:۔

حضرت کے روضۂ مبارک کے تعلق سے صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ آپ کا آستانۂ مبارک لاکھوں مہدویوں کا مرکزِ ارادت اور مرجعِ عقیدت ہے، اس روضہ کے روبرو کچھ دور کھڑے ہو کر دیکھیں تو شاہانہ دبدبہ نظر آتا ہے نگاہیں جھک جاتی ہیں، سیڑھیوں پر بے اختیار قدمبوسی کو ہاتھ بڑھ جاتے ہیں۔ پائین کے بوسے لینے سر جھک جاتے ہیں اور ایک خاص کیفیت نظر آتی ہے، ہمارے بعض بزرگ اور اکابرین روحانی فیض کے لئے اکثر و بیشتر یہاں راتوں میں زیارت کو جایا کرتے تھے۔نواب محمد ماندور خاں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ آدھی رات کے بعد وہ بیگم بازار سے مشیر آباد جا کر آستانۂ مبارک پر حاضری دیتے تھے غالبًا یہی وجہ ہے کہ انکی اولاد و احفاد میں زیارت گاہوں پر حاضری دینے کا شوق چلا آرہا ہے، قائدِ ملت نواب بہادر یار

جنگ کو بھی بڑی عقیدت تھی، یہی وجہ ہے کہ باوجود عام مسلمانوں کے اصرار کے دارالسلام کے بجائے ان کو آپ ہی کے زیرِ سایہ جگہ ملی، اس کو حضرت ہی کے تصرف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؓ کا تذکرہ پچھلے صفحات پر کیا گیا ہے کسی قدر نامکمل رہ جائیگا اگر آپ کی اس وصیت کا ذکر نہ کیا جائے جو آپ نے اپنے فرزندوں اور فقرا کو فرمایا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آپ کے حسین ساگر تشریف لانے کے بعد آپ کی رحلت واقع ہوئی ہے اہلِ سِیَر نے یوں روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے وقتِ آخر اپنے فرزندوں کو اپنے حجرے میں طلب فرما کر یہ وصیت فرمائی۔

وصیت:۔

''تم فرزندِ مہدیؑ ہو۔ اور مردانِ خدا کی اولاد ہو۔ مرد بن کر رہو۔ کمر باندھ کر خدا کے مقصود اور اس کی طلب کو پیشِ نظر رکھو۔ اور خدائے تعالیٰ کی یاد کرتے رہو۔ شریعت اور دینِ مہدیؑ کی نگہبانی کرو کیونکہ ہم پر ان دونوں کی نگہبانی لازم ہے ان چار پانچ باتوں میں جو ہاتھ آئے یعنی اگر اس پر عمل کرو تو جو کچھ بھی اگلوں کو دیا گیا ہے تم کو بھی دیا جائے گا'' اس کے بعد اپنے تمام فقرا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''ہم تم سب سے خوش ہیں۔ جو کچھ تم سے خطا و تقصیر (لغزش) ہوئی ہے ہم نے اس کو معاف کیا۔ اور فرمایا اگر تم خدا کی یاد میں رہو اور خدا کا مقصود تم میں رہے۔ ہم تم میں ہیں اور میاں سید یوسفؓ اور میاں سید نور محمدؓ بندگی میاں سید نجیؓ اور بندگی ملک الہدادؓ اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ اور مہدی علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں ہیں اگر ایسا نہ ہو تو ہم دروغ گویوں میں نہیں ہیں۔ اور فرمایا بعض ان میں سے اہل معلوم ہوتے ہیں۔ پھر کسی کے ہاتھ پر ٹیکہ دے کر اُٹھ

کھڑے ہوئے اور سب کو وداع کیا ہر ایک فقیر نے پابوسی کی اس وقت بعض کا سبوں نے بھی پابوسی کرنی چاہی فرمایا نہیں یہ وقت فقیروں کا ہے۔ بعضوں نے عرض کیا میاں سید یوسفؒ نے ہم کو آپ کے سپرد کیا تھا اب آپ ہم کو کس کے سپرد فرمارہے ہیں۔ فرمایا ہم نے تم کو خدا پر سونپ دیا ہے بس سب کو وداع کیا۔ اور بستر پر آرام فرمایا۔ یہ واقعہ منگل کے دن کا ہے۔ پانچ روز بعد یعنے یکشنبہ کے روز ظہر کے وقت ۱۷/ محرم الحرام ۱۰۴۳ھ کو آپ کی روحِ مبارک زیب افزائے قدسیاں ہوئی، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کے وصال کی تاریخ فضل المبین سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کے جنازے پر حضرت میاں سید یعقوبؒ (آپکے فرزند نے امامت فرمائی۔) یہ عجیب حُسنِ اتفاق ہے کہ حضرت خاتمِ کار اور حضرت مجتہد گروہؒ دونوں کی تاریخِ رحلت کا توارُد اس جذبۂ عشق و محبت کا پتہ دیتا ہے جو دونوں میں ایک کو دوسرے کے ساتھ رہا ہے۔ زہے خوش بختی پیروان و معتقدان ایک ہی وقت میں بزرگوں کی بہرہ عام اور عرس منانے کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے۔

حضرت بندگیمیاں شاہِ نصرت مخصوص الزماں رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش:۔

حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؒ کے بعد حیدر آباد دکن تشریف لانے والی دوسری اہم شخصیت حضرت مخصوص الزماں بندگی میاں شاہِ نصرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رحمۃ اللہ علیہ کے جو حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چوتھے صاجزادے ہیں۔حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی پہلی بیوی حضرت چاندخاں صاحبہ بی بیؒ بنتِ ملک دولت شاہ گجراتی کے بطن سے تین فرزند حضرت میاں سید جلالؒ، حضرت میاں سید منجوؒ اور حضرت میاں سید قادنؒ اور دو دختر بی بی راجے فاطمہؒ اور بی بی راجے فیروزؒ ہوئی ہیں ان تین فرزندوں کے منجملہ دو فرزند حضرت میاں سید جلالؒ اور میاں سید منجوؒ کے اسمائے گرامی مہدویہ تاریخ میں خصوصیت کے ساتھ آتے رہتے ہیں۔

حضرت میاں سید جلالؒ (فرزندِ اکبر) جدِ محترم ہیں حضرت سید یداللہؒ بڑے شاہ میاں صاحب کے جن کے نامِ نامی سے یداللّہی خاندان چلا آرہا ہے۔حضرت میاں سید منجوؒ پدرِ بزرگوار ہیں حضرت میاں سید نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جو راجستھانی خانوادوں کے پیرِ طریقت ہیں جن کا مختصر ذکر پچھلی قسط میں کیا جاچکا ہے۔حضرت چاند خاں صاحبہ بی بیؒ اپنے ان پانچوں بچوں کے بعد رحلت فرماگئیں یہ زمانہ ۹۸۰ھ یا ۹۸۵ھ ہجری کے لگ بھگ کا ہے۔اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد حضرت میاں سید خوندمیرؒ نے بہت دنوں تک کسی دوسرے نکاح کا خیال نہیں فرمایا حضرت سید نجی خاتم المرشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ابھی بقیدِ حیات تھے آپ

(میاں خوندمیرؒ) سے فرمایا ''خانجی بھائی (آپ کو اس عرفیت سے پکارا جاتا تھا) تم کارِ خیر کرلو۔ آپ نے اس کے جواب میں عرض کیا
''خوندکار جلال جی اور منجو جی رہتے ہوئے مجھے کسی اولاد کی خواہش نہیں ہے۔ اس پر پیرومرشد نے فرمایا ''اس کارِ خیر میں مصلحتِ ایزدی ہے'' پھر اپنی ریشِ مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ '' خداوندِ تعالیٰ تمہیں مجھ جیسا ایک فرزند عطا کرے گا۔ اس کے دائرہ کے رہنے والے مجھے دکھائی دے رہے ہیں ۔'' پیرومرشد کے اس ارشاد کے بعد آپ نے دوسرا نکاح کرنے کا قصد فرمایا۔ اور یہ کارِ خیر ملک شاہ محمد پولادی کی دختر حضرت امۃ الرحیمؒ کے ساتھ انجام پایا۔ اس نکاح کے کچھ دنوں بعد آپ گجرات سے دولت آباد تشریف لے آئے۔ حضرت بندگی میاں شاہِ نصرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۴ھ کی بیان کی جاتی ہے اس اعتبار سے آپ کا مقامِ مولد دولت آباد قرار پاتا ہے لیکن بعض اصحاب نے جالور بتلایا ہے۔

تربیت وصحبت:۔

پدرِ بزرگوار کے سایۂ عاطفت اور فیضِ صحبت میں کوئی اکیس بائیس سال گزرے ذی الحجہ ۱۰۲۵ھ ہجری کو حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کی رحلت ہوئی اور آپ (میاں خوندمیرؒ) دولت آباد ہی میں اپنے پدرِ محترم کے سیدھے باز و مدفون ہیں۔ والدِ ماجد کے انتقال کے بعد حضرت شاہِ نصرتؒ نے اپنا واسطہ اپنے عم محترم حضرت بندگی میاں سید یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا۔ یہ واسطہ زیادہ دنوں تک نہ رہا، کیونکہ دو مہینوں کے اندر ہی حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ رحلت فرما گئے۔ (۳/ صفر ۱۰۲۶ھ) آپ بھی دولت آباد کے حظیرۂ مبارک میں مدفون ہیں۔ عَم محترم کے وصال کے بعد حضرت شاہِ نصرتؒ نے حضرت خاتمِ کارؒ سے علاقہ فرمایا ان دنوں

حضرت خاتمِ کارؒ دہاراسیون میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؒ کی صحبتِ اقدس میں آپ دولت آباد سے دہاراسیون آتے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ کوئی چھ سال تک جاری رہا۔ پیرومرشد سے دوری آپ پر گراں گزرتی تھی۔ بے چین ہو جاتے۔ اکثر و بیشتر خط و کتابت رہتی یہ مکتوبات تاریخِ مہدویہ کا نادر سرمایہ ہیں ان سے پیر اور طالب کی آپسی محبت و مودّت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک مکتوب میں حضرت شاہِ نصرتؒ اپنے پیر سے اس طرح مخاطب ہیں:۔

”کتا تیرے دوار کا تو تیا ہے میرا ناؤں
دہت دہت کہے تو باولا تت تت کہے تو آؤں“

تیرے در کا کتا ہوں، تُو اگر دھتکارے تو دیوانہ ہو جاؤں اور پچکارے تو نزدیک آجاؤں“ مرشد اور طالب میں اس سے بڑھ کر عقیدت اور محبت کا اظہار کیا ہوسکتا ہے؟ اس خط کو دیکھ کر حضرت خاتمِ کارؒ نے ارشاد فرمایا ”نصرت جی دلِ من ربودہ است“ (نصرت جی نے میرا دل موہ لیا ہے)۔ حضرت خاتمِ کارؒ بالعموم آپ کو برادرِ عزیز سے مخاطب فرماتے تھے، کہتے ہیں حضرت شہ نصرتؒ کو بچپن ہی سے حضرت خاتمِ کارؒ سے بڑی والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ جب کبھی حضرت خاتمِ کارؒ حضرت میاں سید خوندمیرؒ کے پاس تشریف لاتے تو آپ (شاہِ نصرتؒ) ساتھ ساتھ ہو جاتے یہ دیکھ کر ایک روز میاں سید خوندمیرؒ نے حضرت خاتمِ کارؒ سے فرمایا۔ ”نورو بھائی آپ جب کبھی آتے ہیں نصرت جی آپ سے جدا ہونا پسند نہیں کرتے ہیں۔ جواب میں حضرت خاتمِ کارؒ نے فرمایا۔ ”کیوں نہ ہو نصرت جی ہمارے بھاگوں آئے ہیں“ یعنی ہمارے حصہ میں آئے ہیں۔ یہ بھاگوں کس طرح پورا ہوا ہے مہدوی دنیا ساڑھے تین سو برس سے دیکھتی چلی آرہی ہے۔ یہی وہ انداز ہے جس کے نمونے مہدوی بزرگوں نے چھوڑے ہیں۔ اربابِ سِیَر

روایت کرتے ہیں کہ حضرت میاں سید نور محمدؒ جب دہاراسیون سے ہجرت فرما کر منچپہ کی سمت چلے تو آپ کی ڈولی کو لے چلنے والے خلفاء میں حضرت بندگی میاں سید عالمؒ (فرزند حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؓ) حضرت بندگی میاں سید قاسمؒ مجتہد گروہ (بھانجے) حضرت شاہِ نصرتؒ مخصوص الزماں (خلیفہ) حضرت میاں سید زین العابدینؒ (داماد) وغیرہم تھے۔ پانی کا مشکیزہ چھاگل حضرت شاہِ نصرتؒ کے تفویض تھا۔ راستہ میں ایک مقام کا پانی بہت میٹھا تھا پیر و مرشد کو پسند آیا آپ نے پانی پی کر تعریف فرمائی کچھ دور چلنے کے بعد پانی ختم ہو گیا۔ حضرت شاہِ نصرتؒ نے الٹے پاؤں چار کوس واپس جا کر پانی کا مشکیزہ بھر لایا اور تھوڑی دیر میں قافلے سے آملے تیز تیز جو چلے تو پانی کافی ٹھنڈا ہو گیا تھا پیر و مرشد نے جب دوبارہ پانی مانگا تو وہی پانی پیش ہوا۔ اس پانی کو پینے کے بعد پیر و مرشد نے تعجب سے پوچھا اتنا ٹھنڈا اور میٹھا پانی یہاں کیسے آیا۔ جب پانی کے لائے جانے کا واقعہ آپ کو معلوم ہوا تو بے حد خوش ہوئے اور بشارتِ فیضِ جاریہ دی۔ بات تو چھوٹی ہے اس کے اثرات بہت دوررس ہوتے ہیں مہدویہ گروہ کے بزرگوں کے طور طریق پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو پتہ چلے گا کہ طالب کو اپنے پیر سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ اور مرشد کا کہا تو ''گفت اُو گفت اللہ بود'' ہو کر رہتا ہے۔ یہی وہ رازہائے زندگی ہیں جنکی وجہ سے ان بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دیکر دیکھئے کہ کمال بندگی کی تصویریں آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہیں۔

حیدرآباد دکن میں تشریف آوری:۔

حضرت خاتمِ کارؒ کے وصال کے بعد آپ دولت آباد واپس ہو گئے۔ لیکن وہاں کے سیاسی حالات نے پلٹا کھایا جس کی وجہ سے ہمارے ان بزرگوں کے دائرے یکے بعد دیگرے ہٹنے

لگے حضرت شاہِ قاسمؒ کے وہاں سے ہجرت فرمانے کے بعد حضرت شاہِ نصرتؒ بھی ہٹ گئے۔ سب سے پہلے آپ اوسہ (ضلع عثمان آباد) تشریف لے گئے جو نواب شیر خاں ابن بایزید خاں کی جاگیر تھی۔ کچھ دنوں وہاں قیام رہا۔ وہاں سے ہجرت فرما کر یلگندل (کریم نگر) تشریف لائے یلگندل اوسہ سے کافی دور ہے اور یہاں تشریف آوری کی اغلب وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ قلعہ یلگندل میں مہدویہ آبادی تھی اور یہاں کے اُمرا اور اعیان کی درخواست پر آپ یہاں تشریف لے آئے۔ یہاں پر کوئی ایک سال تک دائرہ رہا۔ مرکوک سے دائرہ چیلا ساگر منتقل ہوا۔ یہاں آپ نے کوئی چار سال تک اقامت فرمائی۔

چیلا ساگر سے ہجرت فرماتے ہوئے لال گڑھی کے قریب علی آباد تشریف لائے یہاں پر بھی کچھ دنوں قیام رہا یہیں پر آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی امۃ الرحیمؒ نے رحلت فرمائی (عرفۂ رمضان المبارک ۱۰۶۷ھ) اس موقع پر آپ نے موضع لال گڑھی میں تھوڑی سی زمین خرید کر والدہ ماجدہ کی تدفین فرمائی یہی وہ مبارک مقام ہے جس کو آپ نے اپنے لئے بھی پسند فرمایا۔ علی آباد سے آپ گولکنڈہ تشریف لے آئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ یہاں محلّہ مستعد پورہ میں اقامت فرمائی۔ کہتے ہیں رودِ موسیٰ کے کنارے ٹوٹہ گوڑہ نامی موضع میں کچھ دنوں دائرہ رہا ٹوٹہ گوڑہ محلّہ بشیر پور کے قریب تھا۔ آخرش موضع چنچلم کی زمین پسند آئی اس خطۂ اراضی کو آپ کی ذاتِ تقدس مآب کی رہائش کی عزت برسوں تک حاصل رہی اور آج بھی قدوم مبارکہ کے اثرات یہاں محسوس ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نے موضع چنچلم میں ایک وسیع رقبہ دائرہ کے لئے نذر کیا تھا۔ یہی دائرہ چنچل گوڑہ کے نام سے موسوم ہوا اور آج تک بھی اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔ آپ کی رحلت ۲۹/ صفر ۱۰۷۹ھ کو دائرہ چنچل گوڑہ میں ہوئی اور حسبِ وصیت آپ کا جسدِ مبارک حظیرۂ لال گڑھی لے جایا گیا جہاں پر آپ کی والدہ

ماجدہ مدفون ہیں۔آپ کی تاریخِ رحلت جوقوم میں مشہور ہے۔وہ داغِ دلم ہے،تاریخِ سلیمانی نے اس تاریخِ وفات کے تعلق سے تین ابیات لکھی ہیں:۔

(۱)شہنشہ نصرۃ الدین کرد رحلت شدہ تاریخ آں رضواں ایزد۔۔۱۰۷۹ہجری

(۲)چوشد درنور آں بانورنوری سنہ رحلت شدہ دریم حضوری۔۔۔۱۰۷۹ہجری

ایک اورتاریخ یوں لکھی ہے:۔

(۳)چوشد نصرت زرویتِ کامیابی وھم یستبشرون شد خطابی۔۔۔۱۰۷۹ہجری

آپ کا حظیرہ مبارک قوم میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اس کولال گڑھی بھی کہتے ہیں، کلسنوراور گلسگو ربھی۔

بہرحال یہ آستانۂ مبارک کامل تین سوسال سے مہدویانِ دکن کہئے یا مہدویانِ عالم،کامرکزِ ارادت ومرجعِ عقیدت بناہواہے ایک شاعر کہتے ہیں:۔

''جسکو کہتے ہیں کعبۂ عارف

آستاں ہے وہ شاہِ نصرتؒ کا''

ملک سلیمان مولفِ تاریخِ سلیمانی جب اس مقام کی زیارت فرمائی تو یہاں کا جانفزا منظراور پُر سکون ماحول دیکھکر بے اختیار ہوجاتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

''عزیزان حظیرہ عجب مکان میموں ودلکشا ست کہ خاطر پژمردہ ازاجلاس آنجائے (قرار) آید الحمدللہ والمنۃ فقیر درسنہ ہزار دوروز و یک شب برات درآنجا بود بعدہ دوبارہ ہفدہم محرم روزعرس حاکم الزماںؒ ۱۲۰۲ھ نیز اززیارت استفادہ حاصل کردہ''

فضائل وخصوصیات :۔

حضرت شاہِ نصرتؒ کے فضائل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کے مبشر ہیں آپ کی ایک آنکھ میں کلمہ اور دوسری آنکھ میں تسبیح تھی۔اس کو تشبیہہ کہئے۔ یا اور واقعہ، حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے ان بزرگوں کی صورت دیکھ کر لوگ کہہ اُٹھتے ہے کہ مہدوی بزرگوں میں جو روحانی کشش اور جاذبیت ہے وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔حضرت شاہِ نصرتؒ کی آنکھوں میں کلمہ اور تسبیح کا ہونا کونسی تعجب کی بات ہے۔اس کے متعلق ایک قومی شاعر نے خوب کہا ہے۔

''عجب سُرخ ڈورے تھے دو آنکھ میں
منقش تھا کلمہ بخطِ نکو
لکھا ایک میں تھا محمدؐ کا نام
دوم اسمِ مہدیؑ علیہ السلام''

حضرت مجتہد گروہؒ کے وصال کے بعد کوئی پینتیس سال تک آپ بقید حیات رہے اس طویل عرصہ میں آپ کے ہم پایہ کوئی شخصیت دکن میں باقی نہ تھی۔ بیشتر صاحبانِ ارشاد گھرانوں اور پیرانِ طریقت نے آپ سے واسطۂ دینی قائم فرمایا تھا اور زندگی ہی میں آپ کو مخصوص الزماںؒ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا حضرت میاں سید ابراہیمؒ (سلطانِ حظیرہ بسیط پورہ) حضرت میاں سید نجم الدینؒ برادرزادہ حضرت شاہِ نصرتؒ، حضرت میاں سید میراں جیؒ جو مرشد الزماں سے ملقب ہیں حضرت بڑے شاہ میاں صاحبؒ خاندانِ ید اللّٰہی کے جد اعلیٰ حضرت میاں سید یٰسینؒ جن کا حظیرۂ مبارک بسیط پورہ اور قطبی گوڑہ کے درمیان واقع ہے۔میاں سید عبدالرشید سجاوندیؒ مصنفۂ رسالہ رونق المتقین صاحب روح اللہؒ مصنف جیسے بزرگ آپ کے خلفاء کے

زمرہ میں رہے ہیں۔اس سے اندازہ کر لیجئے کہ آپ کی ذاتِ گرامی کو کیا رتبہ ومقام حاصل تھا۔
امورِ دینی میں آپ کی ذاتِ اقدس بعض خصوصی مسائل ارشاد کا مصدر رہی ہے۔ چنانچہ قومِ مہدویہ میں ایک مکتبِ ارشاد آپ کے نامِ نامی سے موسوم ہے اور دوسرا شاہِ قاسمؒ سے نسبت رکھتا ہے۔ حضرت خاتمِ کارؒ کے خلفاء میں جنہیں بیانِ قرآن کے اجازت حاصل تھی ان میں ایک حضرت شاہِ نصرتؒ بھی ہیں۔ آپ ابھی دولت آباد میں تشریف رکھتے تھے کہ دہاراسیون سے ذریعہ مکتوب بیانِ قرآن کرنے کا حکم دیا گیا اور دوسرے مکتوب میں حضرت شاہِ قاسمؒ کو لکھا گیا کہ وہ اپنے دائرہ کے فقرا کے ساتھ میاں سید نصرتؒ کا بیانِ قرآن سنیں۔ اتباعِ حکمِ مرشد میں شاہِ قاسمؒ حضرت شاہِ نصرتؒ کے دائرہ میں تشریف لائے اور بیانِ قرآن کرنے کی خواہش فرمائی بعد نمازِ عصر بیانِ قرآن ہوا۔ یہ بیان سن کر حضرت شاہِ قاسمؒ نے فرمایا۔ ''یہ اللہ کی دین ہے اور مرشد کا فیضان''۔

بشارتیں:۔

حضرت خاتمِ کارؒ کی آپ پر بیکراں عنایت تھی اور متعدد بشارتیں آپ کے تعلق سے دی ہیں۔ آپ کا علاقہ قبول کرنے کے بعد خاتمِ کارؒ نے فرمایا۔ ''نصرت جی میں نے خاتم المرشد کا رنگ خانجی بھائی میں دیکھا تھا اور خانجی بھائی کا رنگ تجھ میں پاتا ہوں۔ تجھے معلوم ہے وہ کیا رنگ ہے؟ آپ نے عرض کیا خوند کار ہی فرمائیں۔ پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا وہ رنگ مہدیٔ موعودؑ کا رنگ ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔'' صِبغَةِ اللٰہِ وَ مَن اَحسَن مِنَ اللٰہِ صِبغَة (یہ رنگ اللہ کا ہے اور اللہ سے اچھا کیا رنگ ہوسکتا ہے) یہ پہلی بشارت تھی جو مرشد سے طالب کے بارے میں صادر ہوئی۔ حضرت خاتمِ کارؒ کی خوشنودی ہر موقع پر حاصل ہوتی رہی چنانچہ انتخاب الموالید میں مرقوم ہے:۔

’’میاں از ایشاں خوشنود بودند و چند بشارت در حق ایشاں فرمودند بسا ذات کامل و فاضل بودند‘‘
میاں یعنی خاتمِ کارؒ ان سے بہت خوش تھے۔ چند بشارتیں آپ کے حق میں فرمائی ہیں۔آپ کی ذات بڑی کامل وفاضل تھی۔ دہاراسیون میں حضرت خاتمِ کارؒ پر ایک دفعہ جذبۂ حق طاری ہوا۔

حضرت بی بی حمیرہؒ جو حضرت شاہِ نصرتؒ کی بہن ہیں وہاں موجود تھیں ان کے دل میں یہ خیال گزرا، کاش بھائی سید نصرتؒ اس موقع پر حاضر ہوتے تو کیا اچھا ہوتا حضرت خاتمِ کارؒ کے قلبِ انور پر یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی اسی وقت آپ نے فرمایا۔’’بیٹی تیرا بھائی اس وقت موجود ہے۔‘‘

حضرت بندگی میاں شاہِ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہٗ العزیز

سنہ ۱۰۱۴ھ تا سنہ ۱۰۸۹ھ

حضرت بندگی میاں شاہِ ابراہیمؒ کا اسمِ گرامی دکن کے اُن بزرگوں کے ساتھ لیا جاتا ہے جنہوں نے گیارہویں صدی ہجری میں اس سرزمین کو اپنے فیوض و برکاتِ روحانی سے عزت و رونق بخشی ہے۔ آپ حضرت شاہِ یعقوب حسنِ ولایتؓ کے پوتے اور بندگی میاں سید خوندمیرؒ (بارہ بنی اسرائیل) کے چوتھے فرزند ہیں اور حضرت شاہِ نصرتؒ مخصوص الزماں کے حقیقی چھوٹے بھائی ہوتے ہیں۔ آپ کا مولد مبارک دولت آباد شریف ہے۔ اور سنہِ ولادت سنہ ۱۰۱۴ھ ہے۔ محمود اور خوندمیر میں آپکی تاریخِ ولادت برآمد ہوتی ہے، آپ کا سنِ مبارک ابھی گیارہ سال کا تھا کہ پدرِ بزرگوار کی رحلت ہوگئی (سنہ ۱۰۲۵ھ) آپکی پرورش والدہ محترمہ بی بی امۃ الرحیمؒ اور بڑے بھائی حضرت شاہِ نصرتؒ کے ظلِ عاطفت میں ہوئی۔ آپ بڑے بھائی سے کوئی دس برس چھوٹے ہیں۔ گیارہ سال کی عمر سے ستر سال تک آپ اپنے برادرِ بزرگ سے ایسے وابستہ رہے ہیں کہ بھائیوں کی ایسی تمثیل کم ملے گی۔ آپ کا سنِ مبارک ساٹھ سال سے متجاوز ہوگیا تھا لیکن بڑے بھائی کے دائرہ معلیٰ میں ایک خلیفہ کے حیثیت سے وابستہ و طاعت پذیر رہ کر زندگی گزاردی اور اس وابستگی اور کمالِ اطاعت کا نتیجہ ''ہمچو اوشد'' کا مصداق رہا۔

آپ حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ (فرزند حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ) کے تربیت ہیں۔ یہ ٹھیک طور پر نہیں بتلایا جاسکتا کہ پدرِ بزرگوار کے وصال کے بعد آپ تربیت ہوئے ہیں یا ان کے حینِ حیات میں ۔ یہ ضرور ہے کہ ہمارے بزرگانِ پیشین اپنی اولاد کو

دوسرے بزرگوں کے پاس بغرضِ تربیت وتلقین روانہ فرماتے تھے۔ یوں بھی حضرت بندگی میاں سید علیؒ کی شخصیت اُن دنوں دکن میں بلحاظِ عمر ومرتبت صاحبِ فضل کی تھی۔ اس طرح حضرت شاہِ ابراہیمؒ کو ایک بھائی سے فیض تربیت حاصل ہوا۔ اور دوسرے بھائی یعنے حضرت خاتمِ کار بندگی میاں نور محمدؒ سے فیضانِ صحبت رہا وہ اس طرح کہ آپ کا بچپن تھا، حضرت خاتمِ کارؒ گاہے ماہے آپ کے پدرِ امجد حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے پاس دولت آباد تشریف لاتے تو دونوں بھائی شہ نصرتؒ وشاہِ ابراہیمؒ مثل پروانوں کے حضرت نور محمدؒ کے حضور میں حاضر رہتے۔

ایک روز کا ذکر ہے حضرت نور محمدؒ لیٹے ہوئے تھے اور شاہِ ابراہیمؒ آپ کے پاؤں دبارہے تھے عموماً بچوں سے جس طرح کی باتیں ہوتی ہیں حضرت خاتمِ کارؒ نے آپ سے مخاطب ہوکر فرمایا'' باوا صاحب (یہ آپکی عرفیت تھی) تجھکو کیا چاہیئے جواب میں حضرت شاہِ ابراہیمؒ نے فرمایا'' خوندکار مجھے جنت چاہیئے'' اس پر حضرت خاتمِ کارؒ مسکرا اُٹھے اور یوں فرمایا'' ارے بچے جنت کیا مانگتا ہے جنت والے کو مانگ تا کہ تُو دوسروں کو جنت دلا سکے'' یہ تھا بچپن ہی سے خدا کی طرف لولگانا۔ غور فرمایئے بچوں کے اذہان کی تربیت کس انداز میں کی گئی تھی۔ آپ اپنے بڑے بھائی کے فقیر ہیں یہ پتہ نہیں کہ آپ نے کسبِ معاش بھی فرمایا؟ روایات سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ آپ بچپن ہی میں فقیر ہوگئے ہیں ہمارے ان بزرگوں کی ساری زندگیاں راہِ خدا میں وقف رہی ہیں تب ہی تو ان کے آستانہ ہائے مبارک انوارِ الٰہی سے درخشاں وتاباں ہیں۔ اور متلاشیانِ حق ومعرفت کے لئے بارگاہِ فیض وکرم ہر جگہ کھلا ہوا ہے۔'' گر نہ بیند بروز شپرہ چشم'' چشمۂ آفتاب راچہ گناہ حضرت شہ نصرتؒ کے خلفائے گرامی میں آپ کو مخصوص مقام ومرتبہ حاصل ہے۔

صاحبِ تاریخِ سلیمانی لکھتے ہیں:۔

''نقل است کہ میاں سید نصرتؒ وقتِ آخر فرمودند کہ باواصاحب را بجائے من بیند باز فرمودند کہ باواصاحب بسیار خوب است ۔ باواصاحب بسیار خوب است و بندہ امیدوارِ مشتِ خاک از دست اوست ۔ بدوں آن بزرگی کمالیست عالی برادر مرشد بسیار بیان فرمودند و بعد از رحلتِ مخصوص الزماں ہمہ متعلقان شریف از میاں سید ابراہیمؒ علاقہ بستند کشف و کرامات آنحضرت بیش از شمار اند۔

ملک شرف الدین جدِ مصنف بندگی میاں سید ابرہیمؒ دیدہ اند تبرکاً یک پائے پوش از حیدرآباد در گجرات آوردند و درخانہ فقیر تا حال موجود است ۔اوصاحبِ کمالیست آنجناب بیشتر فرمودند'' ۔

ترجمہ:۔

روایت ہے کہ حضرت شاہِ نصرتؒ نے اپنے آخر وقت میں فرمایا کہ باواصاحب کو میری جگہ دیکھنا پھر فرمایا باوا صاحب بہت اچھے ہیں ، باوا صاحب بہت اچھے ہیں۔ میں ان کی مشتِ خاک کا امیدوار ہوں اس کے علاوہ اور بہت سی خوبیاں مرشد بھائی نے آپ کی نسبت فرمائی ہیں۔حضرت شاہِ نصرتؒ کی رحلت کے بعد تمام متعلقین نے حضرت ہی سے اپنا علاقہ کیا۔آپ کے کشف وکرامات بے شمار ہیں۔۔۔مصنف کے جدِ امجد ملک شرف الدین نے حضرت کو دیکھا ہے تبرکاً آپ کی ایک جوتی حاصل فرما کر حیدرآباد سے گجرات لے آئے اور یہ جوتی ابھی تک فقیر کے ہاں موجود ہے۔'' ان ہی حالات کے تحت مورخ سلیمان کہتے ہیں کہ آپ (شاہِ ابراہیمؒ) کلسنور جب تشریف لے جاتے تو یہ کہکر کہ میں حج کے لئے جارہا ہوں میرے ساتھ آؤ وہاں آدھی رات کے بعد حضرت مخصوص الزماںؒ کی مزارِ مبارک پر تشریف لے جاتے دونوں بزرگوں کی باتیں صاف سنائی دیتی تھیں۔

حضرت شاہِ نصرتؒ کے انتقال کے بعد آپکی ذاتِ گرامی اہلِ دکن کے لئے منبعِ فیض اور مرکزِ ارادت وعقیدت رہی ہے اُس دور کے تقریباً سب اہل اللہ بزرگ اور صاحبانِ رشد وہدایت آپ کی فیضِ صحبت سے مستفیض ہوئے اور آپ ہی کے دامنِ ارادت سے وابستہ رہے ہیں۔جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مرشدالزماں سید میرانجیؒ سید ومیاں صاحب، حضرت میاں سید یداللہؒ بڑے میاں صاحب، حضرت میاں سید روح اللہؒ مصنفِ پنج فضائل حضرت میاں سید شریفؒ فرزندِ حضرت سید نصرتؒ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت شاہِ نصرتؒ کے وصال کے بعد آپ محلّہ چنچل گوڑہ سے بشیر پورہ (بسیط پورہ) تشریف لے آئے۔ جہاں آخری وقت تک اقامت پذیر رہے موجودہ حظیرۂ مبارک سے سمت مغرب میں جہاں پر کہ اب وکٹری پلے گراؤنڈ ہے وہیں پر آپ کا دائرۂ معلّٰی تھا۔بعض بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ رودِ موسیٰ کی طغیانی ۱۳۲۶ھ سے قبل اس حصہ میں متعدد مہدوی بزرگوں کے مکانات اور دائرے تھے۔حضرت مولانا شمسیؒ صاحب قبلہ نے بھی مجھ سے فرمایا تھا کہ اُن کی پیدائش بسیط پورہ میں ہوئی ہے۔آج سے پچاس ساٹھ سال قبل بھی اس حصّۂ آبادی میں مہدویوں کے مکانات اور بعض مہدوی گھرانے آباد تھے۔لیکن اب یہاں ایک بھی مکان باقی نہیں ہے۔بازخاں جمعدار والی مسجد جو کہ پلے گراؤنڈ کے تقریباً وسط میں آتی ہے، مہدویوں کی بڑی آبادی کا پتہ دیتی ہے۔

فضائل و خصوصیات:۔

حضرت شاہِ ابراہیمؒ کے فضائل وتصرفات وخصوصیات کے بارے میں بہت سی روایات چلی آرہی ہیں۔ایک دو یہاں بیان کی جاتی ہیں۔کہتے ہیں کہ آپ کی ہر نماز دیدارِ الٰہی کے ساتھ ہوتی تھی۔آپ اپنے دور کے قطب الاقطاب تھے۔مہدوی بزرگوں کے تعلق سے متعدد

روایتیں ایسی ملتی ہیں کہ حضرت عزرائیلؑ نے روح قبض کرنے سے قبل اجازت حاصل کی ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال کے وقت بھی یہی صورت پیش آئی۔ ۸/ صفر ۱۰۸۹ھ کی رات ابھی آپ استراحت نہیں فرمائے تھے کہ باہر دروازے پر کھٹکا ہوا۔ آپ نے خدا کی بندی (مہدوی مرشدین اور اہلِ ارشاد گھرانوں میں جو لوگ مرشد کی خدمت گزاری میں رہتے تھے انہیں خدا کے بندے یا خدا کی بندی سے یاد کیا جاتا ہے مہدویوں کی یہ عام اصطلاح ہے) سے کہا کہ دیکھو کون آئے ہیں، خدا کی بندی باہر گئی مگر کوئی دکھائی نہیں دیا۔ واپس آ کر کہنے لگی۔ ''کوئی نہیں ہے'' تھوڑی دیر بعد پھر کھٹکا ہوا۔ آپ نے خدا کی بندی سے مکرر فرمایا 'نیک بخت جاؤ ذرا اچھی طرح دیکھو' وہ بے چاری باہر آئی دیکھی کوئی نہیں ہے واپس جا کر کہنے لگی۔ ''میاں کوئی نہیں ہے'' ابھی یہ بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ تیسرا کھٹکا ہوا۔ اس مرتبہ آپ خود باہر تشریف لائے دیکھا ایک صاحب کھڑے ہیں۔ علیک سلیک کے بعد انہوں کہا کہ میں عزرائیلؑ ہوں آپکی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے۔ اس پر آپ سمجھ گئے کہ وقتِ آخر آ گیا ہے۔ یہ سنکر آپ اندر تشریف لے آئے۔ مسجد سے اپنے چند خلفاء کو بلوایا اور فرمایا کہ دیکھو ہمارا وقتِ آخر آ گیا ہے۔ جس قدر جلد ہو سکے اس کالبُدِ خاکی کو دفن کر دینا، میں سنتا ہوں شاہِ وقت مذہبی شغف رکھتے ہیں شاید وہ ہماری میت پر آنے کی خواہش کرینگے بہتر یہ ہے کہ رات ہی میں ہمارا دفن ہو جائے۔ یہ کہکر آپ لیٹ گئے سینے میں درد محسوس ہوا، تھوڑی ہی دیر میں روحِ اقدس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور جسمِ مبارک کو رات ہی میں اس جگہ سپردِ خاک کر دیا گیا جہاں پر کہ اس وقت آپ کا مزارِ مبارک ہے۔ آدھی رات کے بعد شاہِ وقت (غالباً یہ ابوالحسن تانا شاہ تھے جب اُٹھے تو دیکھا کہ قلعہ سے سمت مشرق میں ایک نورانی ستون زمین سے لیکر آسمان تک چلا گیا ہے)۔ یہ دیکھکر سمجھ گئے کہ کسی اہل اللہ برگزیدہ شخصیت کا وصال ہوا ہے۔ کیونکہ وہ خود فقیر

منش بادشاہ تھے اور فقیروں کی صحبت میں ایک زمانہ گزار چکے تھے۔غرض شاہِ وقت نے اپنے پہرہ داروں اور سواروں کو طلب کیا اور کہا۔"دیکھو یہ جو روشنی نظر آرہی ہے اُس سمت فوراً چلے جاؤ اگر وہاں پر کسی بزرگ کا وصال ہوا ہے تو کہنا کہ شاہِ وقت بھی شریکِ میت ہوگا۔اور آنے تک میت کو دفن نہ کرنا"۔شاہی سوار رودِ موسیٰ کے کنارے کنارے سیدھے اس سمت میں چلے جہاں سے روشنی دکھائی دے رہی تھی کوئی آدھہ گھنٹہ میں حظیرے تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ یہاں لوگ جمع ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آج رات کسی بزرگ کا انتقال ہو چکا ہے اور انہیں یہاں دفنایا جا رہا ہے۔ یہ سنکر سواروں نے کہا جلدی مت کیجئے شاہِ وقت بھی شریکِ میت ہونا چاہتے ہیں، چونکہ اس وقت تک قبر میں مٹی ڈال دی گئی تھی اس لئے حاضرین میں سے کسی نے کہا اب تو تدفین ہو چکی ہے۔ بادشاہِ وقت سے یہی کہہ دیجئے۔غرض شاہی سوار یہی پیام سُنکر واپس ہوئے جب شاہِ وقت کو اس کی اطلاع ملی تو کفِ افسوس ملا، اور کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری سلطنت کے آخری ایام آگئے ہیں۔ چنانچہ شاہِ ابراہیمؒ کے وصال کے بعد ایک دو سال کے اندر ہی سلطنتِ قطب شاہیہ کا خاتمہ ہوگیا۔(رہے نام اللہ کا)

ایک واقعہ حضرت کے تصرف کا ملاحظہ کیجئے۔کوئی سو برس کے لگ بھگ کی بات ہے جو میں نے اپنے پیرومرشد سے سنی ہے۔ حضرت میاں سید محمود سید نجی میاں صاحبؒ قبلہ ابن حضرت غازی میاں صاحبؒ اُن چند بزرگوں سے تھے جو اکثر و بیشتر راتوں کو حظیرۂ مبارک تشریف لے جاتے تھے۔ایک مرتبہ انہوں نے ایک نو وارد شخص کو حظیرہ میں آتے دیکھا یہ شخص مسلسل تین راتوں سے یہاں آرہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت ممدوح کو خیال ہوا کہ آخر یہ شخص یہاں کیوں آرہا ہے۔ بالآخر تیسرے دن آپ نے اُس کا اتا پتا پوچھا معاً اُس شخص نے آپ سے کہا اچھا پہلے یہ بتایئے یہ کون بزرگ ہیں۔کب سے یہاں آسودہ ہیں۔آپ نے حضرت شاہِ ابراہیمؒ کا مختصر

حال بیان فرمایا۔ اور حضرت مہدی علیہ السلام سے آپ کو جو واسطہ حاصل ہے وہ بیان کیا آپ کے حالات سننے کے بعد اس شخص نے کہا سنیئے حضرت میں نو وارد اجنبی ہوں مجھے کشف القبور کا علم حاصل ہے۔ اپنے علم کی بدولت مردوں کی حالت دیکھ سکتا ہوں اپنے اس شوق میں، میں نے سارے ہندوستان کی سیاحت کی ہے۔ اسی سلسلہ میں حیدرآباد بھی آگیا ہوں۔ جب میں ادھر سے گزرنے لگا تو اس مقام کو دیکھ کر جی چاہا کہ یہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر دیکھوں کہ یہ کون بزرگ ہیں اور کس پائے کے ہیں۔ لیکن میرا علم یہاں پر کام نہیں کر رہا ہے اب تک میں بہت سے اولیا اللہ اور بندگانِ پیشین کو دیکھا ہے لیکن اس مرتبہ اور شان کے بزرگ میری نظر سے نہیں گزرے کہ اس مقام کی کسی روح سے ملاقات نہیں کرسکا۔ حضرت سیدن میاں صاحب نے فرمایا۔ ’’برادر تمہارا یہ علم وعمل ہمارے حظیروں کی حدتک نہیں چلیگا یہاں کی باتیں جداگانہ ہیں یہ سنکر وہ شخص خاموش ہوگیا۔ اور پھر حظیرہ میں آتے ہوئے نہیں دکھائی دیا۔

حضرت میاں سید روح اللہؒ مصنفِ پنج فضائل جن کا حظیرہ گولکنڈہ سے آگے جانبِ مغرب ابراہیم باغ میں ہے۔ آپ سے بہت عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ حضرت شاہِ نصرتؒ کے وصال کے بعد آپ سے علاقہ بھی فرمایا تھا۔ آپ کا دائرہ قلعہ گولکنڈہ کے مغرب میں تھا جو عالم خاں انصاری کے کوٹھے سے مشہور تھا۔ غُل زئ پٹھانوں کی ایک بڑی جماعت آپکی معتقد ومرید تھی ایک خادم کے اصرار پر آپ نے حجِ بیت اللہ کا ارادہ فرمایا آپ نے جب حضرت شاہِ ابراہیمؒ سے رضا چاہی تو حضرت نے تھوڑا توقف فرمایا۔ اور پھر ارشاد فرمایا۔ ’’میاں روح اللہ تمہارا ارادہ تو اچھا ہے لیکن اگر تمہارا زادِ سفر فقیروں میں تقسیم کردے کر کسی بزرگ کا طواف کرلو تو اللہ تعالیٰ تمھیں حج کا ثواب عطا کرے گا۔ حضرت کے اس ارشاد پر میاں سید روح اللہؒ نے اپنا سارا زادِ سفر حضرت کی خدمت میں پیش کردیا۔ اور آپ ہی کا طواف سات بار فرمایا اُس سال حج کو

جانے والے بعض اصحاب نے میاں سید روح اللہ کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا بعض کہتے ہیں کہ حضرت شاہِ ابراہیمؒ کے طواف ہی میں آپ کو کعبۃ اللہ نظر آنے لگا۔ (از تاریخ سلیمانی) یہ حضرت شاہِ ابراہیمؒ کا ایک تصرف تھا کہ میاں روح اللہؒ کو حج کا ثواب اس زادِراہ کے بدل مل گیا جو آپ نے فقرا میں تقسیم فرمادیا شاید اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے ۔

''دل بدست آور کہ حجِ اکبراست　　　از ہزاراں کعبہ یک دل بہتراست''

یہ بھی ایک روایت ہے کہ خود آپ مخصوص الزماںؒ کے آستانہ پر تشریف لاتے تو فرماتے میں حجِ بیت اللہ کے لئے جارہا ہوں میرے ساتھ چلنے والے چلیں یہ سب عرفانی باتیں ہیں۔

تصرفات:۔

آج بھی آئے دن حضرت کے تصرفات نظر آتے ہیں ۱۹۱۱ء کا ایک قصہ بیان کرتا ہوں جسکے راوی قوم کے متعدد اصحاب ہیں یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ سکندرآباد گدک ریلوے لائن کی تجویز جس کو بعد میں کرنول بھدراچلم روڈ سے تبدیل کردیا گیا۔حکومت کے زیرِ غور تھی اس ریلوے لائن کا الائنمنٹ (راستہ) حضرت شاہِ ابراہیمؒ کے حظیرۂ مبارک میں سے پلرس پر تجویز کیا گیا تھا جسکی وجہ سے حظیرہ کا مشرقی بڑا حصہ متاثر ہورہا تھا۔ یہ تجویز اپنے آخری مراحل پر پہونچ گئی تھی اور ریلوے لائن کی تعمیر کے کام کا آغاز ہونے والا تھا۔ جب یہ خبر عام ہوئی اور مہدویوں کو اس کی اطلاع ملی تو اس وقت قوم میں ایک ہیجان اور بے چینی سی پیدا ہوگئی۔نواب سالار جنگ ثالث کی مدارالمہامی (چیف منسٹری) کا زمانہ تھا۔نواب نصیب یاور جنگ سے نواب مدارالمہام کے اچھے مراسم تھے انکے توسط سے مدارالمہام تک قومی احساسات وجذبات کی ترجمانی کی گئی۔ بالآخر یہ طے پایا کہ نواب مدارالمہام اور مسٹر گلانسی وزیرِ فینانس جو ریلوے بورڈ کے صدرنشین تھے موقعہ کا معائینہ کرینگے۔ معائینہ کی تاریخ مقرر ہوئی قوم کے اکابرین،

علما، مشائخین ، بچے ، بڑے غرض سب ہی اس موقع پر حظیرہ میں جمع ہو گئے ۔ کچھ کچھ مجھے بھی یاد ہے کہ صبح کو نو دس بجے کا وقت ہوگا نواب مدار المہام ، مسٹر گلانسی صدر نشین ریلوے بورڈ اور ریلوے کے متعلقہ حکام سب ہی آئے ۔ قوم کے اکابرین بھی کثیر تعداد میں جمع تھے ۔ نواب مدار المہام اور عہدہ داروں سے گفتگو کرنے نواب نصیب یاور جنگ نامزد ہوئے مجوزہ ریلوے لائن کا نقشہ پیش ہوا ۔ اس نقشہ کی رو سے حظیرہ کے مشرقی حصے سے ریلوے لائن پلرس پر لیجائی جارہی تھی ۔ اس طرح حظیرہ کا تحفظ اور صیانت برقرار نہیں رہتا تھا ۔ جب مدار المہام حظیرہ کے اندر داخل ہونے لگے تو نواب نصیب یاور جنگ نے آگے بڑھ کر عرض کیا سرکار مہدویوں کی روایت کے تحت حظیرہ کے اندر احتراماً جوتے نہیں پہنتے ہیں یہ سنتے ہی نواب مدار المہام نے اپنے جوتے نکال دیئے ۔ چمڑے کے موزے جو پہلے ہی سے تیار رکھے گئے تھے وہ پہنائے گئے انہیں دیکھکر دوسرے سب عہدہ داروں نے بھی اپنے جوتے نکال کر موزے پہنے ہوئے اندر داخل ہوئے ، جیسے ہی آستانۂ مبارک پر سے گزرنے لگے تو سبھوں نے ہاتھ اور سر سے تعظیم بجا لائی ۔ موقع کا معائینہ کیا گیا ۔ ریلوے کے عہدہ داروں کا استدلال یہ تھا کہ اگر مجوزہ الائنمنٹ میں تبدیلی لائی جائے گی تو لائن میں کئی جگھوں پر موڑ (curve) پیدا ہو جائے گی ۔ مختصر یہ کہ ریلوے کے فنی عہدہ دار الائنمنٹ میں کسی تبدیلی پر رضا مند نہ تھے ۔ نواب نصیب یاور جنگ نے جب ان کا یہ رویہ دیکھا تو اپنی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا تو پھر تو اس لائن کو حظیرہ میں سے نہیں ہماری نعشوں پر سے لیجانا ہوگا '' یہ کہتے ہوئے نواب مرحوم کا چہرہ سُرخ ہو گیا غصے سے کانپنے لگے ۔ نواب مرحوم کا یہ رنگ دیکھکر مدار المہام اور ریلوے منسٹر سہم گئے ۔ مدار المہامِ وقت نے کہا '' ہم ملک کے جاں نثاروں کے جذبات کا احترام کریں گے وفاداروں کے دل کو توڑنے کی بجائے لائن کو موڑنا بہتر ہے ۔ یہ کہکر وہ واپس ہونے لگے ابھی یہ لوگ سوار ہونے نہیں

پائے تھے کہ حظیرہ میں بلند آواز سے تسبیح کہی گئی جسکو سنتے ہی مسٹر گلانسی صدر نشین ریلوے بورڈ گھبرا کر پوچھنے لگے۔''یہ کیا ہے'' کسی نے کہا مہدوی اپنے دینی اجتماع کے موقع پر یہ تسبیح کہتے ہیں'' غرض ریلوے لائن کے حظیرے سے باہر لیجانے کا تصفیہ ہوا۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کاچیگوڑہ اسٹیشن سے ملک پیٹ تک جو لائن حظیرۂ مبارک کے بازو سے گزرتی ہے اس میں کئی مقامات پر موڑ لائے گئے ہیں اس قصے میں جہاں قوم کی یک جہتی اور امیرِ قوم کی جرأت و مردانگی کا نمونہ نظر آتا ہے اس میں مجھے حضرت شاہِ ابراہیمؒ کا تصرف دکھائی دیتا ہے کہ بڑے بڑے عہدہ دار بھی یہاں سہم کر رہ جاتے ہیں۔

اسی روز کا ایک اور واقعہ جو تصرفاتِ روحانی سے تعلق رکھتا ہے سن لیجئے اس کے راوی مولوی سید حسین صاحب مہدوی ہیں ۔ انہوں نے یہ روایت حضرت سید ضیاء الدین روشن میاں صاحب مرحوم اہلِ کالاڈیرہ سے سماعت کی ہے۔نواب مدارالمہام کے معائینہ کے روز چنچل گوڑہ سے بہت سے اصحاب حظیرہ کی طرف جارہے تھے۔راستے میں پل پر ہمارے قوم کے فقرا سے ایک بزرگ حضرت باشاہ میاں صاحب ملے جو چنچلگوڑہ کی سمت جارہے تھے۔حضرت روشن میاں صاحب نے ان سے پوچھا۔'اجی حضرت سب لوگ تو حظیرہ کی طرف جارہے ہیں آپ کدھر جارہے ہیں؟' اس پر حضرت نے فرمایا ریل کے کٹے کے معاملہ کا رات ہی میں تصفیہ ہوگیا ہے حضرت شاہِ قاسمؒ حضرت شاہِ نصرتؒ حضرت شاہِ ابراہیمؒ سب رات ہی میں جمع ہوئے تھے۔ حضرت شاہِ قاسمؒ نے ریل کی پٹری کو حظیرہ کے باہر سے لیجانے کا حکم دیدیا ہے یہ کہکر وہ آگے بڑھ گئے۔حضرت روشن میاں صاحب حظیرہ آئے جہاں پر وہ ساری کاروائی جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے انجام پائی۔ بالآخر جب مدارالمہامِ وقت کا فیصلہ سنا تو حضرت باشاہ میاں صاحب کی بات یاد آگئی یہ حضرت غازی میاں صاحبؒ اہلِ بسیط پورہ کے خلیفے تھے۔

''رازِ درونِ پردہ ٔصوفیٔ مست پرس کیں حال نیست صوفیٔ عالی مقام را''

اولاد و احفاد:۔

حضرت شاہِ ابراہیمؒ کے حرم محترم مریم زمانیؒ ،حضرت لاڑ خاں صاحبہ بی بیؒ سے آپ کو دو فرزند اور پانچ لڑکیاں ہوئی ہیں فرزندوں میں ایک حضرت میاں سید علیؒ اور دوسرے حضرت میاں سید ابو بکرؒ عرف بڑے میاں ہیں۔ یہ دونوں فرزند کم عمری میں انتقال کر گئے۔ صاحبزادیوں میں سے دو کمسنی میں فوت کرگئی ہیں۔اور دو صاحبزادیاں حضرت شاہِ نصرتؒ کے دو فرزندوں یعنی خانجی میاں صاحبؒ اور حضرت میاں سید عالمؒ سے بیاہی گئیں ۔ تیسری صاحبزادی حضرت میرانجی میاں صاحب کو دی گئی اس طرح حضرت کی آل چل رہی ہے، اولادِ نرینہ سے کوئی نہیں ہے۔آپ کے داماد حضرت میاں سید عالمؒ ابن حضرت شاہِ نصرتؒ عساکرِ قطب شاہیہ کے بڑے سپہ سالاروں میں سے تھے۔آپ کا فوجی مستقر پنڈیال سے قریب راول پاؤ تھا۔یہیں پر حضرت شاہِ ابراہیمؒ کے فرزند حضرت میاں سید ابوبکرؒ عرف بڑے میاں صاحب جو کمسنی میں فوت ہوئے ہیں، مدفون ہیں ۔اور آپ کی مزارِ مبارک آج بھی مرجعِ خلائق ہے۔اہلِ پنڈیال آپ کا عرسِ مبارک ہر سال بڑے دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں زائرین شریک ہوتے ہیں۔

آستانۂ مبارک:۔

رودِ موسیٰ کے کنارے حضرت کا آستانۂ مبارک بڑا پُر کیف اور سہانا نظر آتا ہے۔گھنٹوں آپ یہاں بیٹھ جائیں جی اکتائیگا نہیں ۔قلب کو ایک سکینہ نصیب ہوتا ہے۔کم از کم تھوڑی دیر کے لئے آپ دنیا کے جھگڑے بکھیڑوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ اپنوں کی بات تو خیر رہنے

دیجئے۔ غیر اصحاب بھی خواہ ہندو ہوں کہ مسلمان اس آستانۂ مبارک کو دیکھ کر کہہ اُٹھتے ہیں۔ عجیب پرسکون جگہ ہے یہ حظیرۂ مبارک جہاں پر دکن کے مہدوی تین سو سال (۳۰۰) سے دفن ہوتے آرہے ہیں۔ حیدرآباد کے بے شمار گھرانوں کا مدفن ہے امیر ہوں کہ غریب اس مقام پر اپنا مسکنِ آخر بنالینا باعثِ نجات سمجھتے ہیں۔ آج بھی یہاں کا روحانی کیف، پُر جمال منظر دیکھکر جی یہ کہہ اُٹھتا ہے۔

''کرشمہ دامنِ دل می کشید کہ جا ایں جا است''

تاریخی اعتبار سے ان دو بزرگوں کا ذکر جن کا تعلق زیادہ تر بیجاپور سے رہا ہے اس سے پہلے کے صفحات میں لایا جانا چاہیئے تھا لیکن مہدویانِ دکن، بالخصوص حیدرآبادی مہدویوں کی دلچسپی ان بزرگوں کے تذکروں میں زیادہ نظر آئی جو حیدرآباد تشریف لائے ہیں اس لحاظ سے یہ تقدیم وتاخیر درخورِ التفات نہ ہوگی۔

حضرت بندگی میاں سید مرتضٰی رحمۃ اللہ علیہ

۹۹۱ھ تا ۱۰۶۰ھ

حضرت بندگی میاں سید مرتضٰیؒ حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؒ کے حقیقی چھوٹے بھائی اور حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ (بارہ بنی اسرائیل) کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی ولادت حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کے دائرہ مبارک جالور شریف ریاست راجستھان میں ہوئی ہے اور آپ اپنے نانا حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ کے وصال کے وقت چار سال کے تھے حضرت خاتم المرشدینؒ کی رحلت ہی کے زمانے میں آپ کی تسمیہ خوانی ہوئی ہے اس اعتبار سے آپ کی پیدائش ۹۹۱ھ کی پائی جاتی ہے۔ حضرت خاتم المرشدینؒ کے واصل بحق ہونے کے چند سال بعد آپ اپنی والدہ محترمہ اور بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید قاسم مجتہد گروہؒ کے ساتھ دکن تشریف لے آئے، ابتداً دولت آباد میں قیام رہا جہاں پر کہ آپ کے پدرِ بزرگوار کا دائرہ تھا۔ اس طرح اوائلِ عمری دولت آباد میں گزری سنِ بلوغ کو پہونچنے کے بعد اپنے بھائی کے ساتھ بیجاپور تشریف لے گئے آپ وہاں پر کسی اعلیٰ خدمت پر مامور رہے ہیں۔ اس دور میں سلطنت بیجاپور میں مہدوی اکثر و بیشتر اعلیٰ خدمات پر مامور تھے۔ حضرت شاہِ قاسمؒ نے بھی چار سال تک کسب فرمایا تھا آپ کے خسر جناب اعظم خاں بیجاپور کے اُمرائے عظام سے تھے۔ حضرت میاں سید مرتضٰیؒ کا سلسلۂ ملازمت و کسب ایک زمانے تک بیجاپور راجستھان، دہلی اور اس کے قرب و نواح میں بسر ہوا۔

پدرِ بزرگوار کے آخری زمانۂ حیات میں آپ شمالی ہند میں تشریف رکھتے تھے چنانچہ یہ

روایت مشہور ہے کہ حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ اپنے فرزند کو آخری وقت میں بہت یاد فرمانے لگے۔ اس یاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت میاں سید مرتضیٰؒ یکا یک بلاعلم و اطلاع باپ کی خدمت میں ہندوستان سے آگئے اس طرح پدرِ محترم کے وصال کے وقت آپ موجود تھے۔ کچھ دنوں بعد دولت آباد سے پھر بیجاپور گئے اثنائے راہ میں حضرت خاتم کار سید نور محمدؒ کے پاس حاضری دی جو اس وقت دہاراسیون (عثمان آباد) میں تشریف رکھتے تھے، یہاں پر جب آپ نے ترکِ دنیا کا قصد فرمایا تو خاتمِ کارؒ نے انہیں فرمایا کہ پہلے اپنے سرکاری ضروریات سے فراغت حاصل کرلو پھر ترکِ دنیا کا ارادہ کرو۔ غرض آپ حضرت خاتمِ کارؒ کے حضور میں ترکِ دنیا نہ فرما سکے حضرت شاہِ قاسمؒ نے ۱۰۴۳ھ میں اس دنیا سے پردہ فرمایا اس موقع پر آپ حیدرآباد تشریف لائے، ایک روایت یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ حضرت شاہِ قاسمؒ کے وصال کے بعد حیدرآباد تشریف لائے تو اس وقت آپ کاسِب تھے آپ کے برادرزادے حضرت میاں سید یعقوبؒ نے جو اپنے والد حضرت شاہِ قاسمؒ کے جانشین ہوتے ہیں آئینِ فقیری کے تحت کاسِب چچا کو تعظیم نہیں دی۔ بھتیجے کی اس روش کو آپ نے بہت پسند فرمایا، اور برادرزادے کے ہاتھ پر ترکِ دنیا فرما کر کچھ دنوں تک دائرہ میں قیام فرمایا، پھر بیجاپور تشریف لے گئے، بیجاپور کے محلّہ شاہ پور میں آپ کا دائرہ تھا یہ صحیح طور پر نہیں بتلایا جاسکتا کہ آپ نے کس سنہ میں وصال فرمایا البتہ قطعیت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زوال سلطنت بیجاپور سے بہت قبل آپ کا وصال ہو چکا ہے قرائن یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ۱۰۶۰ھ اور ۱۰۷۰ھ کے درمیان آپ نے رحلت فرمائی ہے تاریخ رحلت ۶/ شعبان المعظم ہے آپ کا حظیرۂ مبارک بیجاپور ہی ہے، بیجاپور کے بزرگوں میں آپ کی شخصیت کافی نمایاں اور بااثر تھی۔

اولاد و احفاد:۔

آپ کی زوجۂ اول اچھوبیؒ صاحبہ،شاہ ابوتراب نامی ایک مہدوی بزرگ کی صاحبزادی ہیں ان سے آپ کوصرف دولڑکیاں ہوئی ہیں دوسری بیوی سے دوفرزند میاں سید الیاسؒ اورمیاں سید جعفرؒ ہوئے ہیں جن کی اولاد آج تک دکن میں موجود ہے۔

سقوطِ بیجاپور کے بعد حضرت میاں سید مرتضیٰؒ کے دونوں فرزندوں نے بیجاپور سے ہجرت فرمائی ہے۔ بڑے فرزند میاں سید الیاسؒ ضلع رائچور کے ایک مقام پر دائرہ فرمایا جومہدویہ تاریخ میں بھنو کے نام سے مشہور ہے اور جسے آجکل مانوی کہا جاتا ہے۔ یہ تعلقہ کا مستقر ہے اور مہدویوں کی اچھی خاصی آبادی یہاں پر ہے۔

حضرت میاں سید الیاسؒ نے بھنو یا مانوی ہی میں انتقال فرمایا اور یہیں پر ایک پہاڑی کے دامن میں آپ کا حظیرۂ مبارک ہے میاں سید الیاسؒ کے اولاد و احفاد میں بعض خاندان مانوی سے ہٹ کر حیدرآباد میں آبسے ہیں۔

حضرت میاں سید مرتضیٰؒ کے دوسرے فرزند میاں سید جعفرؒ کرنول کی سمت تشریف لے گئے، زہرہ پور کرنول میں آپ کا دائرہ رہا یہیں پر آپ کی اولاد بسی رہی یہاں سے اس خاندان کے بعض بزرگ حیدرآباد بھی آگئے تھے اس گھرانے کی ایک اہم شخصیت حضرت سید مصطفیٰ منجا میاں صاحبؒ کی گزری ہے جن کا وصال ۱۲۶۰ھ میں ہوا ہے۔آپ خلیفہ ہیں حضرت میاں سید قاسمؒ کے نبیرہ حضرت بڑے شاہ میاں صاحبؒ کے جو اپنے دور کے اہل اللہ بزرگوں سے تھے۔ حضرت منجا میاں صاحبؒ کے گھرانے میں دست و پا شکستہ کا بڑا مجرب نسخہ چلا آرہا ہے، ہمارے ان مہدوی بزرگوں کی پٹی سارے دکن میں مشہور رہی ہے۔

حضرت منجا میاں صاحبِ اولیٰ کے ایک نبیرہ میاں سید مصطفیٰؒ منجا میاں صاحب گزرے

ہیں جو اس فن میں بڑا کمال رکھتے تھے، آپ کے کئی شاگرد، شہر حیدرآباد اور دوسرے مقامات میں تھے، خوبی یہ ہے کہ ان بزرگوں کی یہ پٹی بلا کسی معاوضہ یا اجرت طلب کئے خدا واسطہ باندھی جاتی تھی اخراجات یا اس کے مصارف کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا تھا صاحبانِ ثروت یا ذی استطاعت اصحاب سے مال مسالہ منگوالیا جاتا ان کے استعمال سے جو بھی بچ رہتا وہ غربا اور کم استطاعت یا جو بھی آئے ان کے لئے بلا معاوضہ خرچ کیا جاتا اس طرح کسی سے کوئی معاوضہ یا بدل قبول نہ کیا جاتا تھا بلکہ کوئی کچھ سلوک کرنا یا معاوضہ دینے آتا تو قبول نہیں کرتے تھے سچ ہے اللہ واسطہ زندگی بسر کرنے کی عملی تفسیر ہمارے ان بزرگوں کی تھی، مستقر مانوی پر اب بھی مہدویوں کی بڑی آبادی چلی آرہی ہے اور دو دائرے موجود ہیں یہ دائرے کافی آباد اور یہاں کے مہدویوں کے دینی مراکز ہیں آج سے پندرہ سولہ سال پیشتر مجھ کو اپنے زمانۂ قیام رائچور میں ان دائروں میں ایک دو مرتبہ ٹھہرنے اور دیکھنے کا اتفاق ہوا، حضرت سید مصطفیٰؒ بڑے میاں صاحب ان دنوں بقیدِ حیات تھے۔ حیدرآباد کے بعض مرشدین اور فقرا کا آپ سے دینی واسطہ تھا، مسائلِ طریقت اور اربابِ سلوک و معرفت کی باتوں کی نسبت کہاں رائے قائم کی جاسکتی ہے، البتہ تاریخ کا ذوق اور تاریخی واقعات سے بھی آپ کو کافی دلچسپی تھی، تاریخِ یعقوبی کا ایک نسخہ مسجد میں موجود تھا اسپر بہت دیر تک گفتگو رہی دس بارہ سال ہوئے آپ نے انتقال فرمایا آپ کے فرزند و جانشین میاں سید یوسف اس وقت اس دائرہ پر متمکن اور اپنے آبا و اجداد کی روش پر قائم نظر آتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۰۷ھ تا ۱۰۷۵ھ

حضرت بندگی میاں سید شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ قومِ مہدویہ کے ان ممتاز بزرگوں سے ہیں جن کا فیض و بہرہ دکن کے متعدد خانوادوں میں جاری و ساری ہے آپ کا سلسلہ نسب شجرۃ المرشدین حضرت یعقوب حسن ولایتؓ سے تیسری پشت پر جا ملتا ہے۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت بندگی میاں سید اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ بارہ بنی اسرائیل کے بڑے فرزند ہیں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راجےؒ فیروز، حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ پدرِ محترم حضرت شاہِ نصرتؒ کی دوسری صاحبزادی ہیں اس طرح اموی اور ابوی ہر دو واسطوں سے آپ حضرت شاہِ یعقوبؓ کی تیسری پشت پر ہیں یعنی ایک طرف سے پڑپوتے اور دوسری طرف سے پڑنواسے ہیں۔

حضرت شاہ محمدؒ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں دولت آباد میں ہوئی، آپ اپنے نانا حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے تربیت اور اپنے والد حضرت بندگی میاں سید اللہ بخشؒ فقیر ہیں اپنے پدرِ محترم کے وصال کے بعد آپ نے حضرت شاہِ قاسم مجتہد گروہؒ سے علاقہ فرمایا، حضرت کے خلفاء میں آپ کو خاص مقام اور رتبہ حاصل تھا۔

حضرت مجتہدؒ کی عدم موجودگی میں دولت آباد کے دائرۂ معلیٰ کی نگرانی آپ ہی کے ذمہ تھی، جب حضرت شاہِ قاسمؒ دولت آباد سے ہجرت فرما کر منچپہ تشریف لے آئے تو آپ بھی ہمراہ رہے۔ حضرت شاہِ قاسمؒ کی رحلت کے بعد آپ بیجا پور تشریف لے گئے جہاں آخر وقت تک

تشریف فرمارہے ۵/ربیع الاول ۱۰۷۵ھ کو آپ نے اس جہاں سے رحلت فرمائی۔ صاحبِ تاریخِ سلیمانی تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت سید شاہ محمدؒ سالک، مسالک حقیقت ومعرفت بودند تربیت پدر مادر خود بندگی میاں سید خوند میرؒ اند صحبتِ کامل از حضرت بندگی میاں سید قاسمؒ میدارند گویند بہ حینِ حیات بندگی میاں سید نور محمدؒ در علاقہ میاں سید قاسمؒ بودند وقتیکہ مجتہد الزماںؒ در صحبتِ حاکم الزماںؒ رفتند آنحضرتؒ را حکم نمودہ ہر دائرہ دولت آباد گذاشتہ بودند بعدہ از مرشد جدا نہ شدہ اند وتا آخر مرشد حاضر بودند وخلافت وکمالیت از ارشاد مرشد دارند د دائرہ بیجاپور کردہ بودند وہمدران جا بتاریخ پنجم ربیع الاول ۱۰۷۵ھ یک ہزار و ہفتاد و پنج بہ فردوس بریں خرامیدہ اند۔

ترجمہ: میاں سید شاہ محمدؒ صاحب معرفت سالک مسالک حقیقت بزرگوں سے تھے آپ اپنے نانا حضرت بندگی میاں سید خوند میرؒ کے تربیت ہیں اور حضرت بندگی میاں سید قاسمؒ کی صحبتِ کامل میں رہے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت خاتمِ کار رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں آپ کا علاقہ حضرت میاں سید قاسمؒ مجتہد الزماں سے تھا اور جب حضرت مجتہد الزماںؒ، حضرت حاکم الزماں نور محمدؒ قبلہ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو دولت آباد کا دائرہ آپ ہی کے سپرد فرمایا، اپنے مرشد سے کبھی جدا نہیں ہوئے آخر وقت تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہے حضرت شاہِ قاسمؒ ہی سے آپ کو خلافت حاصل ہے، مرشد کے وصال کے بعد بیجاپور تشریف لے گئے وہاں پر اپنا دائرہ شاہ پور میں قائم فرمایا اور وہیں پر ۵/ربیع الاول ۱۰۷۵ھ کو جنت سدھارے ہیں۔

فضائل اور خصوصیات:۔

حضرت شاہِ قاسمؒ مجتہد گروہ کی رحلت کے بعد آپ کے کتب خانے کے تعلق سے بحث پیدا ہوئی کہتے ہیں دکن میں یہ کتب خانہ کافی اہمیت کا حامل تھا، حضرت مجتہد گروہؒ کے ایک فرزند

حضرت میاں سید میرانؒ جوتگریہ (راجستھان) میں تھے ابھی کمسن تھے حضرت میاں سید نجم الدینؒ ہی آپ کے اس فرزند کے ولی تھے، حضرت مجتہد گروہ حضرت نجم الدینؒ نے اس معاملہ کو حضرت شاہ محمدؒ پر حصر کرتے ہوئے فرمایا، شاہ بھائی جو کہیں گے اس پر عمل کیا جائے گا، حضرت شاہِ قاسمؒ کے ان ارشادات اور اشارات کے مدنظر جوان حضرت نے اپنی حیات میں فرمایا تھا حضرت شاہ محمدؒ نے یہ فیصلہ دیا کہ کتب خانہ دکن کے دائرے سے وابستہ رہے گا، آپ کے اس تصفیہ کو سبھوں نے بخوشی قبول کیا، اس روایت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شاہِ قاسمؒ کے خلفائے گرامی میں حضرت شاہ محمدؒ کو بڑا وقار حاصل تھا۔ آپ کے ایک بیان پر تمام نزاع کا تصفیہ ہوگیا اور کتب خانہ تقسیم سے بچ گیا۔

حضرت مجتہد گروہؒ کے زمانۂ قیام دولت آباد میں ایک شخص عبدالرزاق نامی اپنی شخصیت اور علمیت کا بڑا دعویٰ کرتا تھا۔ اس شخص کی یاوہ گوئی اور خود پسندی بہت بڑھ گئی تھی جب اسکی خبر حضرت مجتہد گروہؒ کو پہونچی تو آپ نے حضرت شاہ محمدؒ سے فرمایا۔ شاہ بھائی ذرا اس شخص کو یہاں لایا جائے ''حضرت شاہ محمدؒ فوراً عبدالرزاق کے گھر پہونچے اور اس کو ساتھ لیکر حضرت شاہِ قاسمؒ کے حضور میں کھڑا کر دیا حضرت کو دیکھتے ہی یہ شخص نے اپنی بڑائی اور یاوہ گوئی سب بھول گیا۔ توبہ کی اور عمر بھر ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا۔ حضرت شاہِ قاسمؒ کے وصال کے بعد آپ (شاہ محمدؒ) بیجاپور تشریف لے گئے، بیجاپور میں آپ کا قیام کوئی (۲۵) سال سے زائد رہا یہاں اکثر اُمرا واعیانِ سلطنت آپ سے اپنا دینی واسطہ رکھتے تھے آپ کا دائرہ محلّہ شاہ پور میں تھا جہاں مہدویوں کی کثیر آبادی تھی، یہیں پر آپ کا وصال ۵/ربیع الاول ۱۰۷۵ھ کو ہوا، جب کہ آپ کی عمر شریف اُنہتر سال کی تھی اس دور کے صاحبانِ رشد و ہدایت بزرگوں میں آپ کو خاص مقام حاصل تھا۔ دکن کے متعدد گھرانوں کے پیرانِ طریقت وارباب سلوک ومعرفت کا

دینی واسطہ آپ ہی سے چلا آتا ہے آپ کی اولاد واحفاد میں کئی ایسے بزرگ گزرے ہیں جن کے نام آج بھی گروہِ مہدویہ میں تابندہ و درخشاں ہیں آپ کے چار فرزند ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

۱۔حضرت میاں سید احمدؒ عرف سیدن میاں صاحب غازی

۲۔حضرت میاں سید عبدالقادرؒ عرف قادر جی میاں صاحب

۳۔حضرت میاں سید خوندمیرؒ خانجی میاں صاب

۴۔حضرت میاں سید اسحاقؒ بڑے میراں صاحب

یہ چاروں فرزند کمالاتِ باطنی سے متصف اور اپنے دور کے ممتاز اہل اللہ بزرگوں سے گزرے ہیں۔

پہلے فرزند حضرت میاں سید احمدؒ غازی بالا پور کے ایک معرکۂ دینی میں غازی ہوئے ہیں نواب شرزہ خاں سپہ دار افواجِ مغلیہ کے آپ مرشد تھے۔آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ دونوں بھیلوٹ شریف میں حضرت بندگی میاں سید محمود ثانیٔ مہدیؑ کے پائین اور حضرت روشن منوّرؓ کے بازو جگہ پائے ہیں۔

دوسرے فرزند حضرت میاں سید عبدالقادرؒ قادر جی صاحب برار میں تشریف رکھتے تھے اپنے زمانہ کے صاحبِ فیض وسلوک بزرگ گزرے ہیں دکن کے کئی خاندانوں کے آپ پیرِ طریقت ہیں اور آپ کا سلسلہ فیضِ روحانی آج بھی حیدرآباد، برار، کڑپہ اور جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں جاری وساری ہے۔

تیسرے فرزند حضرت میاں سید خوندمیرؒ کی اولاد میں بعض علم وفضل بزرگ گزرے ہیں۔

چوتھے فرزند حضرت میاں سید اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو دکن کے بزرگوں میں خصوصی مقام

حاصل ہے۔ کیونکہ ایک تو آپ حضرت شاہِ ابراہیمؒ کے خلیفہ ہیں، دوسرے حضرت شاہِ ابراہیمؒ کی دعا و بشارت سے خداوندِ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے صاحبزادے سے سرفراز فرمایا جنہیں دکن کے مہدوی بزرگوں میں علم وفضل بزرگی وکمال کے اعتبار سے بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ یہ حضرت میاں سید یعقوبؒ ہیں، جو عام طور پر توکلّی سے مشہور ہیں، دکن اور شمالی ہند کے متعدد صاحبانِ رشد و ہدایت بزرگوں کا علاقۂ دینی آپ سے رہا ہے ''تاریخِ یعقوبی'' کے عنوان سے ایک مستقل تصنیف آپکے حالاتِ زندگی پر لکھی گئی ہے، انشااللہ تعالیٰ آپکے تفصیلی حالات تیرہویں صدی ہجری کے بزرگوں کیساتھ پیش کئے جائیں گے۔

گیارہویں صدی ہجری میں حیدرآباد اور اس کے مضافات میں تشریف لانے والے بزرگوں میں حضرت بندگی میاں سید عیسیٰؒ ابن حضرت بندگی میاں سید نور محمد حاکم الزماں رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند حضرت بندگی میاں سید محمود رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں ان دو بزرگوں کے علاوہ حضرت بندگی میاں سید خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ اور حضرت بندگی میاں سید یٰسینؒ نبیرۂ حضرت ستونِ دین بندگی میاں سید علیؒ کے تذکروں کو بھی اس سلسلے میں لایا جانا ضروری ہے اول الذکر دونوں بزرگوں کے تفصیلی حالات خاندانی اور قومی کتب و ملفوظات وغیرہ میں مل جاتے ہیں لیکن آخر الذکر دونوں بزرگوں کے حالات سے ہمارے قومی کتبِ سِیَر زیادہ مزیّن نہیں ہو پائے ہیں تاہم جو کچھ معلومات اور حالات کتب اور سماعی روایات سے مل سکتے ہیں انہیں یہاں پر پیش کیا جاتا ہے۔ اربابِ سِیَر وتحقیق کے لئے مزید تفحص کی گنجائش ہر وقت موجود رہے گی۔

حضرت بندگی میاں سید عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۱۴ھ تا ۱۰۷۷ھ

آپ حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؒ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی پیدائش دہاراسیون میں ہوئی پیدائش کا سنہ ۱۰۱۴ھ ہے۔ آپ سولہ سترہ برس کے تھے کہ والد بزرگوار یعنی حاکم الزماںؒ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی ۱۹ سال کی عمر ہوگی کہ نواب درویش محمد دہاراسیون نے اپنی دختر آپ سے بیاہ دی۔ اس رشتۂ مناکحت کی مناسبت سے آپ دہاراسیون میں اقامت فرما رہے۔ وہاں سے ہجرت فرما کر گجرات تشریف لے گئے۔ پالن پور میں کچھ دن قیام رہا گجرات سے پھر حیدرآباد تشریف لائے یہاں پر محلّہ ٹوٹہ گوڑہ میں آپ کا دائرہ رہا۔ آپ بڑے صاحبِ علم وفضل بزرگ گزرے ہیں۔ کئی ہزار افراد آپ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ تصدیق ہوئے جن میں سے ہندوؤں کی بھی خاصی تعداد تھی مولفِ عرس نامہ حضرت مولانا سید قطب الدین پالن پوری اپنے عرس نامہ میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

”یم سید عیسیٰؒ بن حضرت حاکم الزماںؒ بن حضرت خاتم المرشدینؒ عمر ۶۳ سال ولادت ۱۰۱۴ھ در دہاراسیون (جس کو اب عثمان آباد کہتے ہیں) مرید وفقیر از پدر خود صحبت از بندگی میاں سید عالمؒ (بنی اسرائیل) تا دہ سال بہ دست ایشاں ہفت ہزار مردم تصدیق کردند در آں میاں یک ہزار دوصد بودند۔ یک صد فقیر والد خود در سلک صحبت ایشاں ماندند“

(عرس نامہ صفحہ ۶۴)۔

۱۰۷۷ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی اس دنیا سے رخصت ہوگئے دائرۂ ٹوٹہ گوڑہ ہی میں آپ کی رحلت ہوئی یہاں سے آپکی نعشِ مبارک منچپہ لے جائی جاکر حضرت خاتمِ کارؒ کے چبوترے پر دفن کیا گیا۔

حضرت بندگی میاں سید محمود رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۰۱۴ھ تا سنہ ۱۰۷۷ھ

حضرت بندگی میاں سید عیسیٰؒ کے فرزندوں میں حضرت میاں سید محمودؒ آپ کے جانشین ہوئے ہیں۔ اہلِ خاندان آپکو احسن الزماں سے یاد کرتے ہیں آپ کا دائرہ بھی ٹوٹہ گوڑہ میں تھا آپ کی ایک تصنیف ''معارج الولایت' کافی مشہور و معروف ہے۔''معارج الولایت'' کے مندرجات کی تفصیل حضرت مولوی سید محمود صاحب اکیلوی نے اپنے ایک مضمون جو''نورِ حیات''میں شائع ہوا تھا پیش کی ہے۔ ایک اور تالیف ''رسالۂ محمود'' کے نام سے آپ سے موسوم چلی آرہی ہے۔ قومی مورخ حضرت ملک سلیمانؒ نے آپ کی نسبت یہ لکھا ہے۔ ''میاں سید محمودؒ بسا بزرگ، تربیت وصحبت از قبلہ گاہ دارند و در موضع منچپہ بتاریخ بست ونہم شوال بعالم بقا خرامیدہ اند قبر بہ پہلوئے پدر سوئے قبلہ است حضرت مولانا سید قطب الدین صاحب پالن پوری نے آپ کی نسبت عرس نامہ میں کسی قدر تفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔

''یم سید محمودؒ مصنف معارج الولایت در مولودِ مہدیؑ و رسالۂ محمود سلوک مہدویہ، بن یم سید عیسیٰؒ بن یم سید نور محمدؒ حاکم الزمان بن حضرت خاتم المرشدینؒ ولادت در سنہ ۱۰۳۴ھ در دہاراسیون (جس کو عثمان آباد کہتے ہیں) تم وفؔ والد خود در سنہ ۱۰۵۰ھ صؔ ۲۸ سال وصال در حیدآباد تازہ میت بروز دوم در منچپہ رسیدہ تاریخ ''چو رحلت کرد محمود ابن عیسیٰؒ بگفتا سعدؔ مقبول خدا شد'' غرض دونوں باپ اور بیٹے صاحبانِ علم وفضل و تالیف و تصنیف گزرے ہیں۔ دونوں کا دائرہ محلّہ ٹوٹہ گوڑہ میں تھا۔ حضرت میاں سید محمودؒ کی رحلت بھی اسی دائرہ میں ہوئی آپ کی تازہ میت کو

منچپہ لے جایا گیا جہاں پر آپ کے جدِ امجد حضرت خاتمِ کارؒ بندگی میاں سید نور محمدؒ آسودہ ہیں۔ اسی چبوترے پر پدرِ گزر گوار کے پہلو میں دفن کیا گیا ہے۔کوئی پچیس تیس سال ہوئے اس چبوترہ کا مغربی حصہ اور حضرت بندگی میاں سید عیسیٰؒ اور حضرت بندگی میاں سید محمودؒ کی دونوں قبریں بہت سخت متاثر ہوگئی تھیں۔ جناب سید نور محمد صاحب ایم۔اے (کمرشیل ٹیکس افسر) اور ان کے برادر مرشد میاں صاحب نے اس چبوترے اور دونوں قبروں کی مرمت اپنے ذاتی خرچہ سے کروائی تھی جو آج تک بھی اچھی حالت میں صحیح وسالم باقی ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید محمودؒ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند حضرت میاں سید نور محمدؒ حیدرآباد سے ہجرت فرما کر ارکاٹ تشریف لے گئے جہاں پر آخر وقت تک آپ کا دائرہ رہا۔ میاں سید نور محمدؒ جدِ امجد ہیں سید موسیٰؒ جنہوں نے اپنے آخری زمانے میں اکیلی (ظہیر آباد) تشریف لاکر اپنا آخری دائرہ قائم فرمایا یہیں پر آپ کی رحلت ہوئی۔اکیلی کے خانوادہ جو اس وقت حیدرآباد یا اور مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ان ہی بزرگوں سے نسبت رکھتے ہیں۔

ٹوٹہ گوڑہ:۔

یہ امر کہ ٹوٹہ گوڑہ کہاں تھا، کسی قدر وضاحت طلب ہے۔میاں سید اللہ بخشؒ ایک تشریف اللٰہی بزرگ ہیں انہوں نے اپنی کتاب اخیارالاسرار میں حضرت میاں سید حسینؒ عرف سید عالمؒ سیدن میاں مصنف تذکرۃ الصالحین کے ذکر میں تحریر فرمایا ہے ’’دائرہ ٹوٹہ گورہ در حیدرآباد متصل بشیر پورہ‘‘ یہ دائرہ بشیر پورہ سے قریب تھا۔بشیر پورہ جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔بسیط پورہ (کاچیگوڑہ) کا قدیم نام تھا۔ یہ دائرہ رودِ موسیٰ کے کنارے واقع تھا جہاں پر اب وکٹری پلے گراؤنڈ ہے۔ٹوٹہ گوڑہ اسی بشیر پورہ سے متصل بازار عیسیٰ میاں کے قریب تھا۔ٹوٹہ تلنگی لفظ ہے جس کے معنی باغ کے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس محلے میں باغات کثرت سے تھے۔اسی

مناسبت سے اس محلے کو ٹوٹہ گوڑہ کہا جانے لگا تھا۔ بعض معمر اصحاب کی زبانی پتہ چلا کہ ندی کے شمالی کنارے پر ایک قدیم مسلخ تھا جس کو ٹوٹہ گوڑہ کا مسلخ کہتے تھے۔ ماسوا قدیم کاغذات سرکاری میں ٹوٹہ گوڑہ اس حصہٗ آبادی کو کہتے تھے جہاں کہ اب میاں سید خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کا حظیرہ ہے۔ مجھے ایک انگریزی نقشہ ملا ہے جو اوائلِ بیسویں صدی کا مرتّبہ ہے اس میں وہ سڑک جو قطبی گوڑہ کے مغرب میں بازار عیسیٰ میاں سے لنگم پلی کی سمت جاتی ہے اُسکو(kota guda road) لکھا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی میں ''T'' کے بجائے ''K'' لکھدیا گیا ہے ''K'' کے بجائے ''T'' پڑھ لیا جائے تو یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے، تاریخی مواد اور روایتِ قومی کو ملا لیا جائے تو یہ اندازہ ہوگا کہ محلّہ قطبی گوڑہ کے مغرب میں مہدویوں کی آبادی تھی جس کو آج بھی داؤد خاں کے طویلہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہیں پر حضرت میاں سید خدا بخشؒ کا حظیرہ بھی واقع ہے۔ اس نواح میں مہدوی کثرت سے آباد تھے آج سے پچاس ساٹھ سال قبل میں نے دیکھا بھی ہے اور اپنے بزرگوں سے بھی سنا ہے کہ مہدویوں کے مکانات یہاں کافی تعداد میں موجود تھے۔

چونکہ اس نواح میں باغات بھی کثرت سے تھے اس لئے اس کو دائرہ ٹوٹہ گوڑہ کہا جاتا تھا اور اس کے قرب وجوار میں رزیڈنسی کے اور دوسرے بہت سے باغات اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ یہی حصہٗ آبادی ٹوٹہ گوڑہ تھی۔ انگریزی نقشہ میں ''Kota guda' جو لکھا گیا ہے وہی ''Tota guda'' ہے۔ اور یہ محلّہ متصل بشیر پورہ ہے لیکن جس طرح کہ بشیر پورہ کا لفظ مفقود ومعدوم ہو گیا ہے اسی طرح ٹوٹہ گوڑہ بھی طاقِ نسیان میں رکھدیا گیا ہے۔ دور کیوں جاتے ہیں بشیر پورہ کے بعد بسیط پورہ کا نام قومی آبادی میں مشہور ومعروف تھا یہ بھی آج امتدادِ زمانہ کی وجہ بھلادیا جا رہا ہے۔ مہدویوں کی اس آبادی کو قدیم نام سے یاد کرنے والے اب دو چار بھی نہیں۔

حضرت بندگی میاں سید خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ ابن حضرت بندگی میاں سید شریف المعروف بہ تشریف اللہؒ کے فرزند ہیں آپ کے حیدرآباد دکن تشریف لانے کے تفصیلی حالات اور واقعات کم از کم مجھے دستیاب نہیں ہو سکے ہیں ممکن ہے کہ صاحبِ تحقیق اس بارے میں کچھ کد و کاوش کریں تو ان بزرگ کے حالاتِ زندگی پر زیادہ روشنی ڈالی جا سکے بحالتِ موجودہ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ گیارہویں صدی ہجری کے اواخر میں دکن تشریف لائے ہیں۔ یہاں آپ کا دائرہ ٹوٹہ گوڑہ میں رہا اور یہیں پر وصال ہوا۔ آپ کا حظیرۂ مبارک جو محلّہ قطبی گوڑہ کے مغربی حصے میں قدیم رزیڈنسی سے ملحق ہے آج بھی موجود ہے۔ رزیڈنسی کی قربت کی وجہ سے کوئی سو برس ہوئے یہ ممنوع التدفین قرار دیا گیا اس لئے کوئی سو برس سے یہاں تدفین نہیں ہو رہی ہے ایک سربستہ گلی میں اس حظیرہ کا دروازہ ہے۔ چونکہ زمانۂ دراز سے ممنوع التدفین ہے اس لئے بہت کم حضرات اس حظیرے سے واقف ہیں، اس حظیرے کی چار دیواری جو منہدم ہو گئی تھی بعض صاحبانِ خیر کی توجہ سے تعمیر کی گئی ہے۔ ایک دو سال سے اس حظیرے کی نگرانی حضرت فقیر سید نور محمد عرف سردار میاں صاحب اہلِ ناگپور کر رہے ہیں۔ اور وہیں مقیم ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے بیرونی افراد کی مداخلت بہت کم ہو گئی ہے۔

حضرت بندگی میاں سید یٰسین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ کے ایک فرزند حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ ہیں جو مدک پلی ہی میں اپنے پدرِ بزرگوار کے چبوترہ پر مدفون ہیں آپ کے ایک فرزند حضرت بندگی میاں سید یٰسینؒ ہوئے ہیں جو حضرت شاہِ نصرت مخصوص الزماںؒ کے خلیفہ و داماد ہیں حضرت مخصوص الزماںؒ کے انتقال کے بعد آپ نے شہرِ حیدرآباد میں اقامت فرمائی اور یہیں پر آپ کا وصال ہوا۔ سنہ رحلت کا صحیح طور پر پتہ نہیں چلتا ہے قرائن سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں آپ نے اس جہاں سے کوچ فرمایا آپ کا چھوٹا سا حظیرہ قدیم بسیط پورہ کے ایک حصہ میں واقع ہے۔ جو قطبی گوڑہ اور بسیط پورہ قدیم کا سنگم ہے۔ موتی مارکٹ سے قطبی گوڑہ یا چاپل بازار کو جانے والی سڑک پر جہاں حضرت مولانا ابوسعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی کی مسجد ہے اس سے لگ کے یہ حظیرہ واقع ہے۔ اس کا ایک راستہ مسجد میں سے ہے دوسرا بڑا راستہ جنوبی سمت پر واقع ہے کسی زمانے میں یہ پورا محلّہ مہدویوں سے آباد تھا اب دو چار مکانات رہ گئے ہیں ۔ حظیرے کے اطراف سب مہدوی لوگ آباد تھے ۔ اب شاذ مکانات ہیں۔ چوکھنڈی جو ایک بلند چبوترے پر واقع ہے اس میں تین مزار ہیں، درمیان میں صاحبِ حظیرہ بندگی میاں سید یٰسینؒ ہیں دونوں بازو ''حضرت میاں سید عالمؒ و حضرت میاں سید یعقوبؒ'' ہیں۔ چبوترے سے نیچے مشرقی سمت میں ایک تیسرے فرزند حضرت میاں سید خوندمیرؒ کی مزار ہے۔ شہر حیدرآباد کے چند خاندانوں کے یہاں ہڈواڑ ہیں۔

تصرفات:۔

۱۹۲۰ء کی بات ہے ان دنوں مڈل یعنی ساتویں جماعت کا امتحان سرکاری طور پر ہوتا تھا جس کے نتائج ناموں کیساتھ اخبار میں شائع ہوتے تھے یہ امتحان ٹاؤن ہال باغِ عامہ میں ہوتا تھا اس وقت میری عمر کوئی چودہ ایک سال کی ہوگی ۔ جب میں امتحان دینے کے لئے گھر سے نکلا تو حضرت قبلہ گاہی نے فرمایا ''جاتے ہوئے راستے میں میاں سید یٰسینؒ کی قدمبوسی کرتے ہوئے جاؤ'' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پہلے مرحلے ہی میں امتحان میں کامیاب ہوگیا۔اب کیا تھا جب کبھی امتحان کو جاتا تو بالعموم آپؒ کی بارگاہ میں حاضری دے کر جاتا اور ہر وقت کامیاب ہوتا کسی سال بھی ناکام نہ رہا۔ یہ آں بزرگ کا تصرف کہیئے یا میری عقیدت، بہرحال واقعہ ضرور ہے۔

خاندانِ اکیلی کے دائرے

تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں اکیلی خاندان کے دو دائرے چنچل گوڑہ میں قائم ہوئے اور آج تک بھی یہ دو دائرے آباد و معمور ہیں ان دائروں کی تفصیل یہ ہے:۔

حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمدؒ کی اولاد میں حضرت میاں سید موسیٰؒ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے بارہویں صدی ہجری کے وسط میں اپنا ایک دائرہ اکیلی (ظہیرآباد) میں قائم فرمایا۔ حضرت کا سلسلہ یوں ہے۔ میاں سید موسیٰؒ بن میاں سید عزیز محمدؒ بن میاں سید نور محمدؒ بن میاں سید محمودؒ بن میاں سید عیسیٰؒ بن حضرت خاتمِ کار بندگی میاں سید نور محمد رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت میاں سید موسیٰؒ کی پیدائش ۱۱۲۷ھ میں ارکاٹ میں ہوئی جہاں آپ کے جدِ محترم میاں سید نور محمدؒ کا دائرہ تھا۔ آپ اپنے جدِ محترم کے مرید و فقیر ہیں۔ بارہویں صدی کے وسط میں بیجاپور چلے گئے اور چندے وہاں قیام کے بعد نواب جھوجھا خاں جاگیردار اکیلی کی درخواست پر اکیلی تشریف لائے۔ آپ نے طویل عمر پائی اور (۹۲) سال کی عمر میں ۱۲۱۹ھ میں انتقال فرمایا۔ اکیلی ہی میں آپ مدفون ہیں، اکیلی کا حظیرہ آپ ہی کے اسم گرامی سے معروف ہے۔ حضرت میاں سید موسیٰؒ بڑے ہی صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ اپنی زندگی کے آخری سات سال اپنے حجرہ سے باہر نہیں نکلے بجز اوقاتِ نماز کے آپ حافظِ قرآن بھی تھے اور ''حافظِ مصحف بود'' سے آپ کی تاریخِ وفات نکلتی ہے۔

حضرت میاں سید موسیٰؒ کے ایک فرزند میاں سید محمد عبدالجلیلؒ، جلال شاہ میاں ہیں۔ آپ اپنے دادا کے فقیر ہیں، اور کوئی پندرہ سال جدِ محترم کی صحبت میں رہے بعد ازاں پدرِ بزرگوار کی صحبت رہی۔ اچھے قاری القرآن تھے۔ کوئی چالیس فقرا آپ کی صحبت سے فیض پائے ہیں۔ نقلیات پر بڑا عبور تھا۔ آپ کی تاریخِ وفات ہائے رفتہ حاملِ بارِ گراں سے بھی نکلتی ہے۔ آپ بھی اکیلی میں مدفون ہیں۔

حضرت میاں سید عبدالجلیلؒ کے دو فرزند حیدر آباد تشریف لائے، اور اپنے دو علیحدہ دائرے چنچل گوڑہ کے مشرقی حصہ میں قائم فرمائے۔ ایک ہیں میاں سید سعد اللہؒ اور دوسرے ہیں میاں سید علیؒ۔ ان دونوں بزرگوں کے دائرے آج بھی چنچل گوڑہ میں آباد و معمور ہیں۔

حضرت میاں سید سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں سید سعد اللہؒ کا دائرہ چنچل گوڑہ کے شمال مشرق میں رہا جو آج حضرت محمد میاں صاحب کی مسجد سے موسوم ہے۔ حضرت کا وصال ۱۲/ محرم ۱۲۶۲ھ کو ہوا اور آپ مدک پلی میں مدفون ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات ''مظہر العجائب'' سے نکلتی ہے۔ حضرت میاں سید سعد اللہؒ کے فرزند حضرت میاں سید منور روشنؒ میاں صاحب ہیں، جنکی ولادت ۱۲۴۵ھ کی ہے۔ ۱۲۶۰ھ میں والد کے ہاتھ پر ہی فقیر ہوئے اور ان ہی کے زیرِ تربیت رہے (۶۳) برس ارشادی کی حافظ بہت اچھے تھے تصوف کے مشکل سے مشکل سوالات فی الفور حل کر دیتے تھے، حضرت کے خلفاء کی تعداد بیس (۲۰) سے زیادہ تھی۔ آپ کی وفات ۲۶/ رجب ۱۳۲۳ھ میں ہوئی۔ تدفین مدک پلی میں عمل آئی آپ کی کئی صاحبزادیاں حیدر آباد کے نامور صاحبِ ارشاد گھرانوں میں بیاہی گئیں۔ حضرت علامہ شمسیؒ حضرت مولوی سید ولی صاحبؒ مصنف سوانح مہدئ موعود مشہور شاعرِ قوم حضرت سید علی منظور صاحبؒ کے والد سید شہاب الدینؒ اور حضرت سید یعقوب من صاحبؒ میاں آپ کے دامادوں میں سے ہیں۔

حضرت روشن میاں صاحبؒ کے جانشین آپ کے فرزند میاں سید سعد اللہؒ سعد ہوئے جو عام طور پر سید نجی میاں صاحب سے مشہور ہیں۔

حضرت سید نجی میاں صاحبؒ اپنے دور کے نامور صاحبِ عرفان بزرگ مانے جاتے ہیں آپ کی مجلسِ عرفان اس دور میں کافی شہرت کی حامل رہی۔ نواب سید شیر محمد خاں والئ پالن پور

آپ کے خدمت گزاروں میں سے ہیں۔آپ کے انتقال پر حضرت سید خوندمیر صاحب متینؔ نے ایک مرثیہ لکھا جو''ن ۱۲متینؔ'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے یہ مرثیہ اردو ادب اور قومی تاریخ کا ایک شہ پارہ سمجھا جاتا ہے۔حضرت سید اللہ بخش توحیدؔ جو خود شاعر اور اردو ادب کے اچھے ماہرین سے تھے۔اس مرثیہ کی دل کھول کر تعریف فرمائی ہے۔

''آہ اے سعدِؔ منور آہ اے غفراں مآب
اب کہاں پائیں تجھے ہم تُو بتا اپنا پتہ
سنتے ہیں ہم عارفوں کا مستقر ہے لامکاں
اے زہے بختِ رسائے عارفانِ پارسا
دیکھکر عرفاں تیرا بے ساختہ تیری طرف
دستِ بیعت بڑھ گیا نواب پالن پور کا''

حضرت سید نجی میاں صاحبؒ کی کوئی بیس (۲۰) تصانیف ہیں۔ان میں زبدۃ العرفان کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔حضرت سید نجی میاں صاحبؒ کا انتقال ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ میں ہوا۔حضرت متینؔ تین فارسی تاریخیں کہتے ہیں۔اُردو تاریخِ وفات یوں کہی ہے:۔

تھا جو اِک رہنمائے راہِ یقیں
ہو گیا رہ گزرے خلدِ بریں
سال ہجری کہو اک اور متیںؔ
کہ ہوا آہ گُل چراغِ دیں

حضرت سید نجی میاں صاحبؒ کے بعد ان کے فرزند حضرت سید یعقوب عرف من صاحب میاں صاحبؒ جانشینِ دائرہ ہوئے لیکن آپ نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ والد کے انتقال کے کوئی چھ سال میں آپ کی رحلت ہوگئی۔ (۱۳۴۴ھ)۔

حضرت سید محمد صاحبؒ اکیلوی

آپ کے جانشین آپ کے بڑے فرزند حضرت محمد میاں صاحبؒ کی پیدائش ۱۳۳۱ھ ہے۔ آپ (۱۲) سال کی عمر میں فقیر ہوگئے اور کوئی بارہ سال تک ان کی تربیت دوایسے بزرگوں نے فرمائی جو اس دور کے صاحبِ عمل و صاحبِ تقویٰ تھے۔ ایک تھے حضرت سید محمد غازی میاں صاحبؒ دوسرے حضرت سید قطب الدین خوب میاں صاحب پالن پوریؒ آپ ریاست پالن پور میں پرشین کے ٹیچر تھے۔ فقیر ہوکر حیدرآباد آگئے تھے۔

حضرت خوب میاں صاحبؒ ذی وجاہت اور صاحبِ معلومات بزرگ فقیر تھے۔ ان کے بھی کئی تصانیف ہیں۔ جن میں سے ایک سراجِ منیر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایتؓ کے سیرتِ طیبہ، مقامات اور بشارات سے متعلق ہے۔ حضرت خوب میاں صاحبؒ کی ایک اہم تصنیف یا تالیف ''عرس نامہ'' ہے جس میں محترم نے کوئی چھ سو سے زائد صاحبِ ارشاد بزرگوں کی تاریخِ وفات کو بڑی جانفشانی اور محنت سے فراہم کیا ہے اس عرس نامہ کے مطالعہ سے تاریخِ مہدویہ پر اچھا عبور حاصل ہوجاتا ہے۔ سنہ وفات کے ساتھ ساتھ ان بزرگ کا سلسلۂ نسب تربیتِ فقیری علاقہ وغیرہ وغیرہ کے پہلو نمایاں ہوجاتے ہیں۔ پھر اس کا اشاریہ بھی اس محنت اور تفصیل سے ترتیب دیا ہے کہ قدیم کتب میں یہ میسر نہیں آسکتا۔ آپ کی یہ تالیف ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوئی ہے۔ حضرت متینؔ نے اس کی جو تاریخ نکالی ہے وہ یہ ہے:۔ ''ہاتفِ غیبی منِ گفتِ سنہ انطباع نامۂ اعراس شد طبع چہ زیبا متینؔ''

حضرت خوب میاں صاحبؒ کوئی ۱۳۵۲ھ تک حیدر آباد میں مقیم رہے آخری زمانے میں اپنے وطن مالوف پالن پور چلے گئے۔ وہاں سے پٹن جا کر ۲۴/ شعبان ۱۳۵۳ھ کو رحلت پائی اور پٹن کے حظیرے میں ہی مدفون ہیں۔

حضرت محمد میاں صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دونوں بزرگوں یعنی غازی میاں صاحبؒ اور خوب میاں صاحبؒ نے اپنی تربیت کے شکنجے میں انہیں ایسا جکڑ دیا تھا جیسے کسی کتاب کی جلد کی بندش کے بعد جکڑا جاتا ہے بہر حال ان دونوں بزرگوں کی تربیت و تلقین حضرت محمد میاں صاحبؒ کے بہت کام آئی چنانچہ موصوف قوم کے نمایاں وممتاز صاحبِ ارشاد بزرگوں میں گنے جاتے ہیں۔

نورِ ولایت نے اپنا خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے چند صاحبانِ قلم کے مضامین اپنے خاص نمبر میں پیش کئے تھے (۱۹۸۴ء) حسین صاحب، سید شریف صاحب سلیم کا مضمون اہمیت کا حامل ہے۔

جہاں آپ کی تقریر میں بول چال کی سادگی تھی وہیں تحریر میں فکر وخیال کی ندرت اور بلندی نظر آتی ہے۔ میرے خیال میں آپ کے مقالات کو ایک جا کر کے شائع کرنا بہت سود مند ہوگا۔ طبیعت میں تنوع اور جدّت پسندی بلا کی تھی، قومی تقاریب ومجالس کو منانے کا بڑا سلیقہ تھا۔ جشن نزول بیانِ قرآن، کبڈی کی بہرہ عام اور مجالسِ زیارتِ شمشیر حضرت سید الشہداءؓ اور یوم الفتح اس کے شاہد ہیں۔ آپ نے ۷/ رجب ۱۴۰۴ھ کو اس جہاں سے تھوڑی سی علالت کے بعد رخصت فرمایا۔ حسبِ وصیت اپنے جدِ اعلیٰ حضرت خاتمِ کارؒ بندگی میاں سید نور محمد کے حظیرۂ مبارک منچپہ میں مدفون ہیں۔

یہ بھی ایک حسنِ اتفاق ہے کہ حضرت خوب میاں صاحبؒ کے روضۂ پٹن میں جنوب مشرقی

دیوار سے متصل مدفون ہیں اور حضرت محمد میاں صاحبؒ منچپہ کے حظیرہ میں جنوب مغربی دیوار سے متصل آسودہ ہیں ۔فرزندان وعقیدتمندانِ حضرت ممدوح آپ کے عرس کی تقریب منچپہ جا کر اہتمام سے مناتے ہیں۔

حضرت محمد میاں صاحبؒ کے کوئی فرزند ابھی تک جانشین نہیں ہوئے ہیں۔البتہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت سید محمود صاحبِ امور، ارشاد انجام دے رہے ہیں۔

اکیلی کا دوسرا دائرہ:۔

اکیلی کا دوسرا دائرہ جس کی حضرت سید علی صاحبؒ نے بنا ڈالی تھی آج بھی چنچل گوڑہ کے مشرقی گوشہ میں آباد ومعمور ہے۔اس دائرہ کے موجودہ متولی وجانشین حضرت سید محمود صاحب مولوی کامل ہیں۔آپ کے بزرگوں کی تفصیلات پوری طرح فراہم نہیں ہوسکی ہیں ۔ البتہ حضرت غازی میاں صاحب جو حضرت محمد میاں صاحبؒ کو تربیت دینے والے بزرگوں سے تھے اکیلی خاندان کی اسی شاخ سے تھے لیکن آپ نے کوئی ارشادی نہیں فرمائی۔

اس خاندان کے ایک اور بزرگ حضرت امیر میاں صاحبؒ بھی رہے ہیں جنہوں نے اس دائرہ سے ہٹ کر کچھ دن ارشادی فرمائی ہے ۔حضرت امیر میاں صاحب ، حضرت خوب میاں صاحبؒ کے بڑے رفیقِ کار رہے ہیں چنانچہ موصوف نے اپنے عرس نامہ میں آپ کی مساعئ جمیلہ کا ذکر فرمایا ہے حضرت متینؔ کے تاریخی قطعہ میں اس کا اشارہ ''کوششِ قطب وامیر عونِ منور صفا'' کہتے ہوئے کرتے ہیں۔

حضرت مولوی سید محمود صاحب موجودہ صاحبِ دائرہ کے زمانے میں مسجد پختہ اور کشادہ کی گئی ہے۔صاحبِ دائرہ اپنے وعظ وبیان کے ساتھ ساتھ کئی چھوٹی تصانیف کے مولف ومصنف

ہیں۔موجود دائرۂ اکیلی کے بھی آپ ہی متولی ہیں اور کرناٹک میں آپ کے خادم کثرت سے ہیں۔

اس خاندان کے ایک اور فرد مولوی سید نور محمد صاحب ڈپٹی کمشنر سیل ٹیکس کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔آپ فقیر ہوکر خاموش زندگی بسر کررہے ہیں۔خاندانِ اکیلی کے خصوصیات میں آپ بھی اپنی ایک مثال ہیں۔

☆☆☆☆☆